دعوتِ دین
کون دے؟
www.KitaboSunnat.com
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

مبحث اوّل
دعوت دین کا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہونا

مبحث دوئم

دعوتِ دین دینے کی ہر مسلمان کو ترغیب

مبحث سوئم

قبولِ اسلام کے ساتھ ہی دعوتِ دین کا آغاز

تفسیر آیات:

مبحث چہارم

دعوتِ دین کی خاطر عام مسلمانوں کی سرگرمیاں

مبحث پنجم

دعوتِ دین کی ذمہ داری کے متعلق اقوالِ علماء

مبحث ششم

تنبیہات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ . وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ . وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ .

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ . ﴾ ❶

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا . ﴾ ❷

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا . يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا . ﴾ ❸

اما بعد! اُمت اسلامیہ ذلت و رسوائی کی جس کیفیت سے دو چار ہے، اس کے متعدد اسباب ہیں، اور انہی اسباب میں سے ایک یہ ہے، کہ اُمت ان باتوں کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دے رہی، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی نصرت و اعانت اور سرفرازی اور سربلندی کو وابستہ کر رکھا ہے۔ انہی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اُمت اپنے رب کریم کے دین حق کی مدد کرے اور وہ اس کی تائید و نصرت فرمائیں۔ اللہ کریم نے خود ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ ❹

[اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کریں گے، جو اُن کی مدد کرے گا۔

---

❶ سورة آل عمران / الآية ١٠٢ .
❷ سورة النساء / الآية الأولى.
❸ سورة الأحزاب / الآيتان ٧٠-٧١ .
❹ سورة الحج / الآية ٤٠ .

بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بہت قوت والے سب پر غالب ہیں۔]

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ ❶

[اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے، تو وہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدم جما دیں گے۔]

اُمت کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد یہ ہے، کہ وہ ان کے دین حق کی مدد کرے۔ علامہ قرطبی نے دوسری آیت شریفہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے:

"أَيْ إِنْ تَنْصُرُوْا دِيْنَ اللّٰهِ يَنْصُرْكُمْ عَلَى الْكُفَّارِ." ❷

[یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے، تو وہ کافروں کے خلاف تمہاری مدد فرمائیں گے۔]

نصرتِ دین کی ایک شکل یہ ہے، کہ دعوتِ دین دی جائے اور دعوتِ دین کے دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ اہل اسلام کو مسلسل تلقین کی جائے، کہ وہ اپنے آپ کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالیں، اور دوسرا پہلو یہ ہے، کہ غیر مسلموں کو قبولِ اسلام کی دعوت دی جائے۔

لیکن سوال یہ ہے، کہ یہ کام کون کرے؟ اُمت میں سے ایک بہت بڑی تعداد یہ سمجھتی ہے، کہ یہ ایک مخصوص گروہ کی ذمہ داری ہے اور انہیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں، کہ دین کے ہر مسئلے کے بارے میں رائے زنی کرنا ہر شخص کا حق ہے۔ اس کتاب میں توفیقِ الٰہی سے اسی سوال کا جواب سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

❶ سورة محمد ﷺ / الآية ٧.

❷ تفسير القرطبي ١٦/ ٢٣٢. نیز ملاحظہ ہو: فتح القدير ٥/ ٤٦. تفصیل کے لیے دیکھیے: راقم السطور کی کتاب الحسبة: تعريفها ومشروعيتها ووجوبها ص ٣١-٣٤.

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

توفیق الٰہی سے اس سلسلے میں درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱: کتاب کے لیے بنیادی معلومات قرآن وسنت سے حاصل کی گئی ہیں۔

۲: موضوع کتاب کے متعلقہ واقعات نقل کرنے کی غرض سے سیرت اور تاریخ کی بعض کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۳: احادیث شریفہ کو عام طور پر ان کے اصل مآخذ ومراجع سے نقل کیا گیا ہے۔

۴: صحیحین کے علاوہ دیگر کتب سے نقل کردہ احادیث کے متعلق علمائے حدیث کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کی صحت پر اجماع اُمت کے پیش نظر، اہل علم کے ان کے متعلق اقوال کو ذکر نہیں کیا گیا۔ [1]

۵: آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ سے استدلال کرتے وقت تفاسیر اور شروح حدیث سے مقدور بھر استفادہ کیا گیا ہے۔

۶: موضوع کے حوالے سے حضرات انبیاء علیہم السلام، نبی کریم ﷺ، سلف صالحین اور دیگر لوگوں کے تمام واقعات کا احاطہ کرنا مقصود کتاب نہیں۔ دعوتِ دین کے بارے میں صحیح صورتِ حال پیش کرنے اور اس کو واضح کرنے کی خاطر ان میں سے صرف چند واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔

۷: موضوع کتاب کے بارے میں متوقع غلط فہمیوں کے ازالہ کی غرض سے تنبیہات کے عنوان سے تین ضروری باتیں عرض کی گئی ہیں۔

۸: کتاب کے آخر میں مصادر ومراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

خاکہ کتاب:

پیش لفظ

مطلب اوّل: دعوتِ دین کا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہونا

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمة النووي بشرحه على صحيح مسلم ص١٤؛ ونزهة النظر في توضيح نخبة الفكر للحافظ ابن حجر ص٢٩.

مطلب دوئم: دعوتِ دین دینے کی ہر مسلمان کو ترغیب

مطلب سوئم: قبولِ اسلام کے ساتھ ہی دعوتِ دین کا آغاز

مطلب چہارم: دعوتِ دین کی خاطر عام مسلمانوں کی سرگرمیاں

مطلب پنجم: دعوتِ دین کی ذمہ داری کے متعلق اقوالِ علماء

مطلب ششم: تنبیہات

۱: عامۃ الناس کا صرف دعوتِ خاصہ دینا

۲: عامۃ الناس کا صرف واضح باتوں کی دعوت دینا

۳: دعوتِ دین دینے والے کا اپنے حدودِ علم میں رہنا

حرفِ آخر خلاصۂ کتاب اور اپیل

شکر و دعا:

رب رؤوف و ودود کا انتہائی شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے مجھ کمزور کو اس اہم موضوع کے متعلق قلم کو حرکت میں لانے کی سعادت سے نوازا۔ **فلله الحمد كما يحبه سبحانه و تعالىٰ و يرضاه.**

رب حی و قیوم میرے والدین محترمین کی قبروں پر اپنی عنایات کی بارش برسائیں، کہ انہوں نے اپنے رب کریم کے عطا کردہ غیر معمولی جذبہ دعوتِ دین کو اپنی اولاد کے سینوں میں منتقل کرنے کی خاطر خوب محنت اور کوشش کی۔ (**رب ارحمهما كما ربياني صغيرا**).

اللہ تعالیٰ میری اہلیہ محترمہ اور عزیزہ القدر بیٹے حافظ سجاد الٰہی اور ان کی اہلیہ کو میری مقدور بھر خدمت کرنے کا دنیا و آخرت میں بہترین صلہ عطا فرمائیں اور اس کتاب کے ثواب میں شریک فرمائیں۔ **اِنّه سميع مجيب.** کتاب کی مراجعت میں بھر پور تعاون کے لیے عزیزم عمر فاروق قدسی کے شکر گزار اور دعا گو ہوں۔ **جزاه الله تعالىٰ خيراً.**

فضل الٰہی

بعد نمازِ ظہر ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ

موافق ۳۰ جون ۲۰۰۸۔ الریاض

مبحث اوّل

دعوت الی اللہ کا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہونا

متعدد نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ دینِ حق کی دعوت دینا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ذیل میں توفیقِ الٰہی سے چند ایک کے حوالے سے گفتگو کی جا رہی ہے:

۱۔ دعوتِ دین کا نبی کریم ﷺ کے متبعین کی ذمہ داری ہونا:

اللہ عزوجل نے اس بات کو واضح فرمایا ہے، کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں، ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. ﴾ [1]

[آپ کہہ دیجیے یہ میری راہ ہے۔ میں اور میری اتباع کرنے والے پورے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔]

امام ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے:

" وَحَقٌّ وَاللّٰهِ! عَلٰی مَنْ اتَّبَعَهُ أَنْ یَدْعُوَ إِلَی مَا دَعَا إِلَیْهِ ، وَیُذَكِّرُ بِالْقُرآنِ وَالْمَوْعِظَةِ ، وَیَنْهَی عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ . " [2]

[اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ کے ہر اتباع کرنے والے پر لازم ہے، کہ

---

[1] سورة یوسف۔علیه السلام۔ / الآیة ۱۰۸.

[2] تفسیر الطبری، رقم الأثر ۱۹۹۸۲ باختصار، ۱۶/ ۲۹۲.

وہ اسی کی طرف دعوت دے، جس کی طرف آپ ﷺ نے دعوت دی۔ قرآن کے ساتھ وعظ ونصیحت کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں سے منع کرے۔]

امام ابن قیم نے تحریر کیا ہے:

" الآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَتْبَاعَهُ هُمْ أَهْلُ الْبَصَائِرِ الدَّاعِيْنَ إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ ، فَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ فَلَيْسَ مِنْ أَتْبَاعِهِ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَالْمُوَافَقَة ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَتْبَاعِهِ عَلَى الْانْتِسَابِ وَالدَّعْوَى . "[1]

[(یہ) آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے اہل بصیرت ہیں اور وہ بصیرت پر ہی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور جو شخص ان میں سے نہیں ہے، تو وہ آپ ﷺ کے تابع ہونے کے دعویٰ کے باوجود، حقیقت میں آپ کے فرمان برداروں میں سے نہیں ہے۔]

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ ہر وہ شخص جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے، کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے ہے، وہ خواہ مرد ہو یا عورت، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، تاجر ہو یا زراعت پیشہ، صنعت کار ہو یا مزدور، طبیب ہو یا انجینئر، حاکم ہو یا محکوم، غرض یہ کہ کوئی بھی ہو، اس پر لازم ہے، کہ وہ اپنی استطاعت اور علم کے بقدر

---

[1] مدارج السالكين ۲/ ۴۸۲؛ نیز ملاحظہ ہو: معاني القرآن للفراء ۲/ ۵۵؛ وأحكام القرآن للجصاص ۳/ ۱۷۹؛ وتفسير البغوي ۲/ ۴۵۳؛ والكشاف ۲/ ۳۶۴؛ والتفسير الكبير ۱۸/ ۲۲۵؛ وتفسير القرطبي ۲/ ۴۵۳ ؛ وفتح القدير ۲/ ۸۴-۸۵؛ وتفسير التحرير والتنوير ۱۳/ ۶۵؛ وتفسير السعدي ص ۴۳۰؛ وأيسر التفاسير ۲/ ۴۳۲؛ اور راقم السطور کی کتاب فضائل دعوت ص ۴۰-۴۳۔

دین حق کی طرف دوسروں کو دعوت دے۔

۲۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر[1] کا اُمت میں سے ہونے کی ایک شرط ہونا:

نبی کریم ﷺ کی اُمت میں شامل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ شرائط مقرر فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک بنیادی شرط نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [2]

[تم بہترین اُمت ہو، جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو، بُری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔]

امام مجاہد نے تفسیر آیت میں بیان کیا ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ عَلٰى هٰذَا الشَّرْطِ أَنْ تَأْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ." [3]

[تم اس شرط کے پورا کرنے کی صورت میں بہترین اُمت ہو، کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔]

قاضی ابن عطیہ اندلسی نے تحریر کیا ہے:

"وَهٰذِهِ الْخَيْرِيَّةُ الَّتِي فَرَضَهَا اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ إِنَّمَا يَأْخُذُ

---

[1] یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔
[2] سورة آل عمران / جزء من الآية ۱۱۰.
[3] تفسير الطبري، رقم الأثر ۷٦۱، ۷/ ۱۰۲-۱۰۳.

بِحَظِّهَا مِنْهَا مَنْ عَمِلَ هٰذِهِ الشُّرُوْطَ مِنَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ. "[1]

[اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کے لیے مقرر کردہ یہ شان وشوکت وہ حاصل کرتا ہے، جو کہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کی شرائط کو پورا کرتا ہے۔]

علامہ شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" أَيْ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ حَالَ كَوْنِكُمْ آمِرِيْنَ نَاهِيْنَ مُؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ ، وَمَا يَجِبُ عَلَيْكُمُ الْإِيْمَانُ مِنْ كِتَابِهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَا شَرَعَهُ لِعِبَادِهِ . "[2]

[تم [نیکی کا] حکم دینے، [برائی سے] روکنے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور ان کی کتاب، ان کے رسول ﷺ اور ان کے بندوں کے لیے [نازل کردہ] شریعت پر، جیسا کہ تم پر فرض کیا گیا ہے، ایمان لانے کی حالت میں بہترین اُمت ہو۔]

خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ جو شخص اُمت محمدیہ ﷺ میں شامل ہونا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے، کہ وہ اس میں شامل ہونے کی شرائط کو پورا کرے اور ان میں سے ایک شرط ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' ہے۔ اور اس شرط کا پورا کرنا سب پر لازم ہے۔

---

[1] المحرّر الوجيز ۳/۱۹۵۔ نیز ملاحظہ ہو: إحياء علوم الدين ۲/۳۰۷، والكشاف ۱/۴۵۴؛ والتفسير الكبير ۸/۱۷۹؛ وتفسير القرطبي ۲/۳۰۷؛ وتفسير أبي السعود ۲/۷۱؛ وتفسير القاسمي ۴/۱۹۲؛ اور راقم السطور کی الحسبة: تعريفها ومشروعيتها ووجوبها ص ۲۸۔۳۰، اور فضائل دعوت ص ۶۴۔۶۹۔

[2] فتح القدير ۱/۵۶۱۔

۳۔ایک دوسرے کو وصیت حق کرنے کا شرائط فلاح میں سے ہونا:

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعلان فرما رکھا ہے، کہ تمام بنی نوع انسان سنگین خسارے میں ہیں۔ اس خسارے سے صرف وہی محفوظ رہے گا، جو کہ چار کام کرے گا۔ اور ان چار میں سے ایک [التواصي بالحق] [ایک دوسرے کو حق بات کی وصیت کرنا ہے] ارشادِ رب العالمین ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ. إِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ. إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ. ﴾ ❶

[زمانے کی قسم! بلاشبہ تمام انسان ضرور ہی بہت بڑے خسارہ میں ہیں، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔]

اور [تواصی بالحق] سے مراد یہ ہے، جیسا کہ علامہ شوکانی نے بیان کیا ہے، کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی تلقین کریں اور وہ ذمہ داری یہ ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں، توحید کا اقرار کریں، شریعت الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ باتوں سے اجتناب کریں۔

امام عبدالرزاق نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے اس سورت کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

"﴿ وَالْعَصْرِ ﴾ قَسَمٌ أَقْسَمَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴿ إِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴾ قَالَ: اَلْإِنْسَانُ كُلُّهُمْ ثُمَّ اسْتَثْنَى فَقَالَ: ﴿ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ﴾، ثُمَّ لَمْ يَدَعْهُمْ وَذَاكَ، حَتّٰى قَالَ: ﴿ وَعَمِلُوا

---

❶ سورة العصر/ الآيات ١ ـ ٣.

الصَّالِحَاتِ ﴾، ثُمَّ لَمْ يَدَعْهُمْ وَذَاكَ حَتَّى قَالَ: ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ﴾، ثُمَّ لَمْ يَدَعْهُمْ وَذَاكَ حَتَّى قَالَ: ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ شُرُوْطًا يَشْتَرِطُ عَلَيْهِمْ." ❶

[(وَالْعَصْرِ) ہمارے رب تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے (إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ) انہوں نے فرمایا: تمام بنی نوع انسان [خسارے میں ہیں]، پھر استثنا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) ❷، پھر بات کو یہیں ختم نہ کیا، یہاں تک کہ فرمایا: (وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) ❸، پھر بات کو یہیں ختم نہیں کیا، بلکہ فرمایا: (وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ) ❹، پھر بات کو اسی مقام پر نہیں چھوڑا، بلکہ مزید فرمایا: (وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) ❺ اور یہ [چاروں] شرطیں [خسارے سے بچاؤ کے لیے] ان پر مقرر کی ہیں۔] ❻

علامہ رازی اس سورت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"فِيْهَا وَعِيْدٌ شَدِيْدٌ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ اللّٰهَ حَكَمَ بِالْخَسَارِ عَلٰى جَمِيْعِ النَّاسِ إِلَّا مَنْ كَانَ آتِيًا بِهٰذِهِ الْأَشْيَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَهِيَ الْإِيْمَانُ، وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ، وَالتَّوَاصِي بِالْحَقِّ، وَالتَّوَاصِي بِالصَّبْرِ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ النَّجَاةَ مُعَلَّقَةٌ بِمَجْمُوْعِ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ، وَأَنَّهُ يَلْزَمُ الْمُكَلَّفَ تَحْصِيْلُ مَا يَخُصُّ نَفْسَهُ، وَكَذٰلِكَ

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح القدير ٦/ ٦٩٩۔٧٠٠؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ٤/ ٥٨٢؛ وأضواء البيان ٢/ ١٦٩.

❷ ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے۔

❸ ترجمہ: اور نیک اعمال کیے۔

❹ ترجمہ: اور آپس میں حق کی وصیت کی۔

❺ ترجمہ: اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

❻ ملاحظہ ہو: تفسير القرآن للإمام عبدالرزاق الصنعاني ٢/ ٣٩٤.

يَلْزَمُهُ فِي غَيْرِهِ أُمُوْرِ ، مِنْهَا: الدُّعَاءُ إِلَى الدِّيْنِ ، وَالنَّصِيْحَةُ وَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهِيُ عَنِ الْمُنْكَرِ ، وَأَنْ يُحِبَّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ . " ❶

[اس میں شدید وعید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے، کہ وہ خسارے میں ہیں، سوائے اس شخص کے، کہ جس میں چار باتیں ہوں: ایمان، عمل صالح، حق بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرنا اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا۔ اور یہ سورت اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ نجات ان چاروں باتوں کے اکٹھے ہونے سے وابستہ ہے۔ جس طرح ہر مکلّف شخص اپنے لیے کچھ اعمال کرنے کا پابند ہے، اسی طرح دوسرے لوگوں کے کچھ واجبات بھی اس کے ذمہ ہیں، اور انہی میں سے ان کو دین کی طرف بلانا، نصیحت کرنا، نیکی کا حکم دینا، بدی سے روکنا اور ان کے لیے وہی پسند کرنا، جو اپنے لیے پسند کرے، شامل ہیں۔]

علامہ نیسا پوری نے سورت کی تفسیر میں لکھا ہے:

" أَرَادَ أَنْ يُبَيِّنَ فِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ مَا يُجِبُ الْاشْتِغَالُ بِهِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَالْأَعْمَالِ الصَّالِحَاتِ ، وَهُوَ حَظُّ الْآدَمِيِّ مِنْ جِهَةِ الْكَمَالِ ، وَمِنَ التَّوَاصِيْ بِالْخَيْرَاتِ وَكَفِّ النَّفْسِ مِنَ الْمَنَاهِيْ ، وَهُوَ حَظُّهُ مِنَ الْإِكْمَالِ وَأَكَّدَ مَا أَرَادَ بِقَوْلِهِ : ﴿ وَالْعَصْرِ ﴾ " ❷

[اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے] وہ کچھ بیان کرنے کا ارادہ فرمایا، کہ ان کا بجا لانا انسان پر لازم ہے، ان میں سے اپنی شخصیت کی تکمیل کی خاطر

❶ التفسیر الکبیر ۳۲/ ۷۹۔۸۰.

❷ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان ۳۰/ ۱۵۸.

ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں اور دوسروں کی تکمیل کی غرض سے ایک دوسرے کو خیر کی باتوں کی تلقین کرنا اور ممنوعہ باتوں سے روکنا ہے۔]

انہوں نے مزید تحریر کیا ہے:

"وَفِيْ لَفْظِ [التَّوَاصِيْ] دُوْنَ الدُّعَاءِ وَالنَّصِيْحَةِ تَأْكِيْدٌ بَلِيْغٌ كَأَنَّهُ مُهْتَمٌّ بِهِ كَالْوَصِيَّةِ ، وَفِيْهِ أَنَّهُمْ مِنَ الَّذِيْنَ مَاتُوْا بِالْإِرَادَةِ عَنِ الشَّهْوَاتِ الْفَانِيَةِ ، فَيَكُوْنُ أَمْرُهُمْ وَنَصِيْحَتُهُمْ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِ مَنْ أَشْرَفَ عَلَى الْمَوْتِ .

وَالْحَقُّ خِلَافُ الْبَاطِلِ ، وَيَشْتَمِلُ عَلَى جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ وَمَا يَحِقُّ فِعْلُهُ . وَقَوْلُهُ وَ (الصَّبْر) يَشْتَمِلُ عَلَى جَمِيْعِ الْمَنَاهِيْ فَهُمْ بِالْحَقِيْقَةِ آمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ .

وَفِيْ لَفْظِ الْمَضِيِّ إِشَارَةٌ إِلٰى تَحْقِيْقِ وَقُوْعِهِ مِنْهُمْ . وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ ." ❶

[(الدعاء) اور (النصيحة) کی بجائے لفظ (التواصي) اختیار کرنے میں اس بات کی شدید تاکید ہے، کہ وہ ایک دوسرے کو خیر کی تلقین کرنے اور ممنوعہ باتوں سے روکنے کا ایسے ہی اہتمام کرتے ہیں، جیسا اہتمام وصیت کے لیے کیا جاتا ہے، اور اس میں یہ بات بھی ہے، کہ وہ فانی شہوتوں کو قصداً ختم کر کے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں، کہ وہ بھلائی کا حکم اور خیر کی نصیحت ایسے شخص کی طرح کرتے ہیں، جو موت کے کنارے پر پہنچ چکا ہو،

[الحق] باطل کی ضد ہے اور اس میں وہ سب باتیں اور کام شامل ہیں، جن

❶ تفسير غرائب القرآن و رغائب الفرقان ۳۰/ ۱٦۰-۱٦۱.

کا کرنا ضروری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول [الصبر] میں سب ممنوعہ باتیں داخل ہیں، اور مقصود یہ ہے، کہ وہ نیکی کا حکم دینے والے اور بُرائی سے روکنے والے ہیں۔

صیغہ ماضی کے استعمال میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ [یہ چاروں کام: ایمان لانا، نیک اعمال کرنا، حق کی ایک دوسرے کو تلقین کرنا، صبر کی باہم وصیت کرنا] حتمی طور پر کرنے والے ہیں۔]

گفتگو کا ماحاصل یہ ہے، کہ جو شخص بھی یہ پسند کرے، کہ وہ خسارے سے بچ جائے اور فلاح کو پالے، تو اس پر ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم ہے، کہ وہ نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے۔ ❶

۴۔ایک آیت بھی جاننے پر آگے پہنچانے کا حکمِ نبوی ﷺ:

دعوتِ دین دینے کی ہر مسلمان کی ذمہ داری ہونے کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے، کہ جس شخص کے پاس ان کی جانب سے ایک آیت بھی پہنچے، وہ اس کو آگے پہنچا دے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً." ❷

[اگر میری طرف سے تمہیں ایک آیت بھی پہنچے، تو اس کو [دوسروں تک] پہنچا دو۔]

شرح حدیث میں حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں:

---

❶ نیز ملاحظہ ہو: الحسبة: تعريفها وشروعيتها ووجوبها ص ٥٢-٥٤.

❷ صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذُكر عن بني اسرائيل، جزء من رقم الحديث ٣٤٦١، ٦/٤٩٦.

" [وَلَوْ آيَةً] أَيْ وَاحِدَةً ، يُسَارِعُ كُلُّ سَامِعٍ إِلَى تَبْلِيغِ مَا وَقَعَ لَهُ مِنَ الْآيِ ، وَلَوْ قَلَّ لِيَتَّصِلَ بِذَلِكَ نَقْلُ جَمِيعِ مَا جَاءَ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ." ❶

[آنحضرت ﷺ نے حدیث میں [اگرچہ ایک آیت ہی ہو] فرمایا، تاکہ ہر سننے والا جو بھی سُنے، خواہ وہ بات کتنی ہی تھوڑی ہو، فوراً آگے نقل کر دے، تاکہ اس طرح آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا سارا دین اُمت تک منتقل ہو جائے۔]

اسلام کی طرف نسبت کرنے والے ہر مرد وزن، شہری ہو یا دیہاتی، تعلیم یافتہ ہو یا اَن پڑھ، امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، غرضیکہ ہر ایک کو دین کی کسی نہ کسی بات کا علم تو ضرور ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے ہر مسلمان کو اس بات کا پابند کر دیا ہے، کہ دین کے متعلق جو کچھ بھی اس کو معلوم ہے، وہ اس کو آگے نقل کر دے۔

۵۔ حاضرین کے لیے غائب لوگوں تک خطبہ پہنچانے کا حکمِ نبوی ﷺ:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں قربانی کے دن خطبہ ارشاد فرمایا اور حاضر لوگوں کو حکم دیا، کہ وہ آپ ﷺ کے خطبہ کو غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا [دورانِ خطبہ] آپ ﷺ نے فرمایا: ''أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟''

---

❶ فتح الباري ٤٩٨/٦؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٤٥/١٦.

[کیا تمہیں معلوم ہے، کہ یہ کون سا دن ہے؟]

یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "أَلَاهَلْ بَلَّغْتُ؟"

[کیا میں نے [پیغام الٰہی] پہنچا دیا ہے؟]

انہوں نے عرض کیا: "نَعَمْ"

"جی ہاں!"

آپ ﷺ نے فرمایا:

" اَللّٰهُمَّ أَشْهَدْ. فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ. " ❶

[اے اللہ! گواہ ہو جائیے [یہاں] موجود ہر ایک شخص غیر حاضر کو پہنچا دے۔ کتنے لوگ [ایسے ہیں] ، کہ جن تک بات پہنچائی جاتی ہے، [خود] سننے والوں سے زیادہ سمجھنے والے ہوتے ہیں۔]

حجۃ الوداع میں انسانوں کی ایک بڑی تعداد نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ ❷ وہ سارے تو علماء نہ تھے، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان سب کو بلا تمیز، دوسرے لوگوں تک سنی ہوئی بات پہنچانے کا حکم دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے، کہ اس خطبہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، جزء من رقم الحديث ١٧٤١، ٣/٥٧٣- ٥٧٤ ؛ وصحيح مسلم، كتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال ، رقم الحديث ٢٩(١٦٧٩)، ٣/١٣٠٥-١٣٠٦. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

❷ ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث ١٤٧ (١٢١٨) ، ٢/٨٨٧. ایک روایت میں یہ بھی ہے: سوار یا پیدل آنے کی استطاعت رکھنے والا ہر شخص حج میں شرکت کی غرض سے پہنچ گیا۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ، كتاب مناسك الحج، باب إهلال النفساء ٢/٥٨٣).

"فَوَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلٰى أُمَّتِهِ: "فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ...... الخ." ❶

[اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آنحضرت ﷺ کا فرمان [موجود شخص غیر حاضر کو پہنچا دے] ہی بلاشبہ اُمت کے لیے آپ کی وصیت ہے۔]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی بیان کردہ بات کا آغاز اللہ تعالیٰ کی قسم سے ک اور بلاشبہ ان کا قسم کھا کر بات کرنا، اس کی تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ ❷

امام ابن ابی جمرہ نے شرحِ حدیث میں تحریر کیا ہے کہ اس [حدیث] میں علم ک تبلیغ و اشاعت کی فرضیت کی دلیل ہے۔ ❸ اور جیسا کہ حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کا پابند ہر سننے والے کو فرمایا۔

۶۔ قبولِ اسلام کے فوراً بعد ابو ذر رضی اللہ عنہ کے لیے حکم تبلیغ:

تلاشِ حق کی خاطر ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کی گفتگو سنی اور مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی قوم غفار کی طرف پلٹنے اور انہیں پیغام اسلام پہنچانے کا حکم دیا، اس وا کو امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے تفصیل سے روایت کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ:

جب ابو ذر کو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبر ملی، تو انہوں نے ا

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، جزء من رقم الحديث ۳۹ ۱۷۳۹، ۵/۵۷۳.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۵/۵۷۵؛ وعمدة القاري ۱۰/۷۸

❸ ملاحظہ ہو: بهجة النفوس ۱۱۴/۴.

بھائی سے کہا:

''اس وادی [یعنی مکہ] کی طرف سوار ہو کر جاؤ اور میرے لیے اس آدمی کے متعلق معلومات جمع کر کے لاؤ، جنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے، کہ وہ نبی ہیں اور ان کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے۔ ان کی بات کو [توجہ سے] سننا، پھر میرے پاس آنا۔''

[ان کے] بھائی روانہ ہوئے، آپ ﷺ کے حضور پہنچے، آپ کی گفتگو کو [توجہ سے] سنا اور پھر ابوذر کے پاس آ کر بیان کیا: ''میں نے انہیں دیکھا ہے، کہ وہ اچھے اخلاق کا حکم دیتے، اور وہ ایسی گفتگو کرتے ہیں، کہ وہ شعر نہیں۔''

انہوں [ابوذر] نے [جواباً] کہا: ''میں جو چاہتا تھا، تم اس کے متعلق میری تشفی نہیں کرا سکے۔''

انہوں نے [خود] توشہ باندھا اور پانی کا بھرا ہوا ایک مشکیزہ ہمراہ لیا اور مکہ [مکرمہ] پہنچ گئے۔ مسجد [الحرام] میں حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو تلاش کیا۔ وہ آنحضرت ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے، [لیکن] انہوں نے کسی سے آپ کے بارے میں پوچھنا بھی مناسب نہ سمجھا۔

[اسی طرح] کچھ رات گزر گئی، تو وہ لیٹ گئے۔ [اسی حالت میں] علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا، تو وہ سمجھ گئے، کہ کوئی پردیسی ہے۔

جب ابوذر نے انہیں دیکھا، تو وہ ان کے پیچھے پیچھے چل نکلے، لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے سے کسی بھی بارے میں کچھ نہ پوچھا۔

جب صبح ہوئی، تو ابوذر اپنا مشکیزہ اور زادِ راہ اُٹھائے مسجد [الحرام] میں آ گئے۔ یہ دن بھی [یونہی] گزر گیا، نبی کریم ﷺ نے [بھی] انہیں نہ دیکھا۔ شام ہوئی، تو وہ لیٹ گئے۔ علی رضی اللہ عنہ کا [پھر] وہاں سے گزر ہوا، تو ان سے پوچھا: ''کیا آدمی کے لیے

اپنے مقصود کے پانے کا وقت نہیں آیا؟''

وہ [علی رضی اللہ عنہ] انہیں وہاں سے [پھر] اپنے ہمراہ لے گئے۔ آج بھی ان دونوں نے آپس میں کوئی بات چیت نہ کی۔

جب تیسرا دن ہوا اور علی رضی اللہ عنہ انہیں حسب سابق اپنے ہمراہ لے گئے، تو انہوں نے ان سے پوچھا:

"أَلَا تُحَدِّثُنِي مَا الَّذِيْ أَقْدَمَكَ؟"

[کیا آپ مجھے اپنی آمد کا مقصد نہیں بتلائیں گے؟]

انہوں نے کہا:

"إِنْ أَعْطَيْتَنِي عَهْدًا وَ مِيْثَاقًا لَتُرْشِدَنَّنِي ، فَعَلْتُ."

[اگر آپ میری راہ نمائی کرنے کا پختہ عہد کریں، تو میں بتادوں گا۔]

ان [علی رضی اللہ عنہ] کے وعدہ کرنے پر انہوں نے اپنا ماجرا ان کے روبرو بیان کر دیا۔

انہوں [علی رضی اللہ عنہ] نے کہا:

"فَإِنَّهُ حَقٌّ ، وَهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا أَصْبَحْتُ فَاتَّبِعْنِيْ ، فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ شَيْئاً أَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَأَنِّيْ أُرِيْقُ الْمَاءَ ، فَإِنْ مَضَيْتُ فَاتَّبِعْنِي حَتَّى تَدْخُلَ مَدْخَلِيْ."

[بلاشبہ وہ حق پر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ جب صبح ہو، تو آپ میرے پیچھے پیچھے آنا۔ اگر میں نے [راستے میں] کوئی ایسی بات دیکھی، جس سے مجھے آپ کے بارے میں کوئی خطرہ ہوا، تو میں پیشاب کرنے کے بہانے رُک جاؤں گا اور اگر میں چلتا رہا، تو آپ بھی میرے پیچھے پیچھے آتے رہنا۔ پھر جہاں میں داخل ہوں گا، آپ بھی داخل ہو جانا۔]

انہوں نے ایسے ہی کیا اور پیچھے پیچھے چلے، تا آنکہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی اور وہیں مسلمان ہوگئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"اِرْجِعْ إِلَىٰ قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِيْ." ❶

[اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ۔ انہیں [میرے بارے میں] بتلاؤ، یہاں تک کہ تمہیں میرے غلبہ کا علم ہو جائے [تو پھر میرے پاس آجانا]......]

اس واقعہ میں یہ بات واضح ہے، کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے فوراً بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قوم کے پاس جا کر ان تک پیغامِ اسلام پہنچانے کا حکم دیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"فَهَلْ اَنْتَ مُبَلِّغٌ عَنِّي قَوْمَكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَنْفَعَهُمْ بِكَ وَيَأْجُرَكَ فِيهِمْ." ❷

[تو کیا آپ اپنی قوم کو میری طرف سے پیغام پہنچائیں گے؟ شاید کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا فائدہ کر دیں اور آپ کو اس کے عوض اجر و ثواب عطا فرمائیں۔]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے گھر والوں اور قوم کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت میں برکت عطا فرمائی۔ اس برکت کی تفصیل خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں سنتے ہیں:

صحیح مسلم میں ہے، کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

---

❶ صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام أبي ذر الغفاري رضي الله عنه، رقم الحديث ٣٨٦١، ٧/ ١٧٣.

❷ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي ذر رضي الله عنه، جزء من رقم الحديث ١٣٢ (٢٤٧٣)، ٤/ ١٩٢٢.

"فَاَتَیْتُ أُنَیْسًا ، فَقَالَ: "مَا صَنَعْتَ؟"
قُلْتُ:" صَنَعْتُ أَنِّي قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ . "
قَالَ:مَا بِي رَغْبَةٌ عَنْ دِینِكَ ، فَاِنِّي قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ . "
فَاَتَیْنَا أُمَّنَا ، فَقَالَتْ: "مَا بِي رَغْبَةٌ عَنْ دِینِکُمَا ، فَاِنِّي قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ . "
فَاحْتَمَلْنَا ، حَتّٰی اَتَیْنَا قَوْمَنَا غِفَارًا ، فَاَسْلَمَ نِصْفُهُمْ ، وَقَالَ نِصْفُهُمْ :" اِذَا قَدِ مَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِینَةَ اَسْلَمْنَا . "
فَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِینَةَ ، فَاَسْلَمَ نِصْفُهُمُ الْبَاقِي .
وَجَاءَ تْ اَسْلَمُ ، فَقَالُوا: "یَا رَسُولَ اللّٰهِ!اِخْوَتُنَا ، نُسْلِمُ عَلَی الَّذِي اَسْلَمُوا عَلَیْهِ . "
فَاَسْلَمُوا .
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: غِفَارُ غَفَرَاللّٰهُ لَهَا ، وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ." ❶

[میں [اپنے بھائی] انیس کے پاس پہنچا ،تو اس نے دریافت کیا: آپ نے کیا کیا ہے؟"

میں نے کہا:"بلاشبہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے [نبی کریم ﷺ کی] تصدیق کی ہے۔"

انہوں نے کہا: "مجھے بھی آپ کا دین ناپسند نہیں، یقیناً میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں۔"

---

❶ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي ذر رضی الله عنه، جزء من رقم الحدیث ۱۳۲ (۲٤۷۳)، ٤/ ۱۹۲۲.

پھر ہم دونوں اپنی والدہ کے پاس آئے، تو انہوں نے کہا: ''مجھے بھی تم دونوں کا دین ناگوار نہیں، بلاشبہ میں بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوتی ہوں اور تصدیق کرتی ہوں۔''

پھر ہم اپنا ساز و سامان سواریوں پر ڈال کر روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ہم اپنی قوم غفار کے پاس پہنچے، تو ان میں سے آدھے لوگ مسلمان ہو گئے اور باقی لوگوں نے کہا: ''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائیں گے، تو ہم [بھی] اسلام قبول کر لیں گے۔''

قبیلہ اسلم کے لوگوں نے [آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر] عرض کیا: ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول! [قبیلہ غفار والے] ہمارے بھائی ہیں، ہم بھی ان کی طرح مسلمان ہوتے ہیں۔''

پھر وہ مسلمان ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ [قبیلہ] غفار کے لوگوں کے گناہوں کو معاف فرما دیں اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھیں۔''

اللہ اکبر! حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد پلٹتے ہی دعوتِ اسلام شروع کی اور اللہ کریم نے ان کی دعوت میں کس قدر برکت عطا فرمائی۔ اے مولائے کریم! ہم ناکاروں کو بھی دعوتِ دین کے لیے جذبہ صادقہ اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یارب العالمین.

۷۔ وفدِ عبدالقیس کے لیے حکمِ تبلیغ:

قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں چار باتوں کے کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع

فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے حکم دیا، کہ وہ ان باتوں کو یاد کرلیں اور ان لوگوں کو ان کی خبر دیں، جو ان کے پیچھے ہیں۔[یعنی ان کے ہمراہ نہیں آسکے] امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"إِنَّ وَفْدَ عَبْدِالْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوْا:" يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا، وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ."

فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ، وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، وَقَالَ: "احْفَظُوْهُنَّ وَأَخْبِرُوْبِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ." ❶

[جب عبدالقیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی خدمت میں [ان] حرمت والے مہینوں کے سوا حاضر نہیں ہوسکتے، کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کا کافر قبیلہ آباد ہے۔ آپ ہمیں کوئی ایسی واضح اور ٹھوس بات بتلا دیجیے، کہ ہم اس کی خبر اپنے پیچھے رہنے والوں کو دیں اور خود اس کے ساتھ ❷ جنت میں داخل ہوجائیں۔]

آنحضرت ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا، اور چار چیزوں سے روک دیا۔ اور فرمایا: "ان باتوں کو یاد کرلو اور تمہارے پیچھے جو لوگ ہیں، انہیں [بھی] ان کی خبر

---

❶ متفق علیه: صحیح البخاري، كتاب الایمان، باب أداء الخمس من الإيمان، جزء من رقم الحديث ٥٣، ١٢٩/١؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم الحديث ٢٤(١٧)، ٤٧/١-٤٨. الفاظ حدیث صحیح بخاری سے اختصار کے ساتھ نقل کیے گئے ہیں۔

❷ یعنی اس پر عمل کرکے۔

دے دینا۔''

جیسا کہ معلوم ہے، کہ آٹھ باتوں کے جاننے سے کوئی شخص عالم وفاضل نہیں بن جاتا، لیکن اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے وفدِ عبدالقیس کو حکم دیا، کہ وہ اپنی قوم کے پاس پہنچ کر انہیں آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی باتوں کی خبر دیں۔ آپ ﷺ کے اس حکم سے معلوم ہوتا ہے، کہ ایسا کرنا ان پر لازم تھا اور اسی طرح ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، کہ دین کی جو بات بھی وہ سنے یا سیکھے، اس کو دوسروں تک پہنچا دے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں ایک مقام پر اس حدیث کا درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ وُصَاةِ النَّبِيِّ ﷺ وُفُوْدَ الْعَرَبِ أَنْ يُبَلِّغُوْا مَنْ وَرَاءَ هُمْ ، قَالَهُ مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ رضي الله عنه .] ❶

[نبی کریم ﷺ کی وفودِ عرب کو اپنے پچھلوں کو [دین] پہنچانے کی وصیت کے سلسلے میں باب، مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے اس بات کو بیان کیا۔]

امام نووی نے مسلم شریف کی روایت کردہ حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهِ ﷺ وَشَرَائِعِ الدِّيْنِ، وَالدُّعَاءِ إِلَيْهِ، وَالسُّؤَالِ عَنْهُ، وَتَبْلِيْغِهِمَنْ لَمْ يَبْلُغْهُ] ❷

[اللہ تعالیٰ، ان کے رسول ﷺ اور احکام دین پر ایمان لانے کے متعلق حکم اور ان [باتوں] کی طرف دعوت دینے، ان کے بارے میں پوچھنے اور جن تک یہ [باتیں] نہ پہنچی ہوئی ہوں، ان تک پہنچانے کے متعلق باب۔]

---

❶ صحيح البخاري ١٣/ ٢٤٢. ❷ صحيح مسلم ١/ ٤٦.

۸۔ وفدِ بنی لیث کو لوگوں کو تعلیم دینے کا حکمِ نبوی ﷺ:

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنی لیث کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کم وبیش بیس دن تک آپ ﷺ کی صحبت میں رہے، پھر آنحضرت ﷺ نے انھیں واپس جا کر اپنے علاقہ کے لوگوں کو سیکھی ہوئی باتوں کی تعلیم دینے کا حکم دیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب نوجوان تھے۔ تقریباً بیس دن ہم آپ ﷺ کی صحبت میں رہے۔ آنحضرت ﷺ بہت مہربان تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ وَعَلَّمْتُمُوهُمْ. مُرُوهُمْ فَلْيُصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا. وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ."[1]

[اگر تم اپنے علاقے کی طرف چلے جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو تعلیم دو۔ انہیں نماز کا حکم دینا، کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کریں۔ جب نماز کا وقت ہو جائے، تو کوئی ایک اذان دے، اور جو عمر میں بڑا ہو، وہ امامت کرائے۔]

ایک دوسری روایت میں ہے:

---

[1] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إذا استووا في القراءة فليؤمهم أكبرهم، رقم الحديث ٦٨٥، ٢/ ١٧٠؛ وصحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة، رقم الحديث ٢٩٢ (٦٧٤)، ١/ ٤٦٥-٤٦٦. الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

"وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ." ❶

[انہیں تعلیم دو اور انہیں حکم دو۔]

علامہ عینی شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں، کہ انہیں احکامِ شریعت کی تعلیم دو اور واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے دُور رہنے کا حکم دو۔ ❷

اور یہ بات تو محتاجِ بیان نہیں، کہ بیس دنوں میں کوئی شخص عالم و فاضل نہیں بن جاتا، اگرچہ عربی اس کی مادری زبان ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن پھر بھی نبی کریم ﷺ نے انہیں احکامِ شریعت کی تعلیم دینے اور فرائض کے بجالانے اور ممنوعات سے دُور رہنے کا حکم دینے کی تلقین فرمائی۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے، کہ ہر مسلمان اس بات کا پابند ہے، کہ وہ دین کی بات، اپنے علم کے بقدر دوسروں تک پہنچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد، باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق في الأذان...... ، جزء من رقم الحديث ٧٢٤٦، ١٣/ ٢٣١؛ وصحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة ، جزء من رقم الحديث ٢٩٢ (٦٧٤)، ١/ ٤٦٦.

❷ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٢٥/١٣.

مبحث دوئم

دعوتِ دین دینے کی ہر مسلمان کو ترغیب

قرآن وسنت کی متعدد نصوص میں ہر مسلمان کو دین کی دعوت دینے کی ترغیب دی گئی ہے، توفیق الٰہی سے دو عنوانوں کے تحت چند نصوص کے حوالے سے ذیل میں گفتگو کی جارہی ہے:

ا۔ ایک حدیث پہنچانے والے کے لیے دعائے مصطفوی ﷺ:

ایک حدیث شریف سن کر دوسرے تک پہنچانے والے شخص کے لیے نبی کریم ﷺ نے شاداں وفرحاں ہونے اور رحمت الٰہی پانے کی دعا کرکے ہر مسلمان کو اس کارِ خیر میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ اسی سلسلے میں دو احادیث شریفہ درج ذیل ہیں:

ا۔ امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ۔'' [1]

---

[1] جامع الترمذی، أبواب العلم، باب فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم الحدیث ۲۷۹٤، ۳٤۷/۷۔ ۳٤۸. والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، ۲۷۰/۱. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اپنی روایت کردہ حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (جامع الترمذي ۳٤۸/۷)۔ علامہ مبارکپوری نے اس کے متعلق لکھا ہے: ''اس کو احمد، ابوداود، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے، ابوداود نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، منذری نے ترمذی کی حدیث کو [حسن] قرار دینے کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۳٤۸/۷)؛ علامہ مناوی ⇦⇦⇦

[اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھیں، جس نے ہماری کسی ایک حدیث کو سن کر یاد کیا، یہاں تک کہ اس کو کسی اور شخص تک پہنچا دیا۔ کتنے ہی حاملینِ فقہ اس شخص تک [دین کی بات] پہنچاتے ہیں، جو ان سے بڑا فقیہ ہوتا ہے، اور کتنے ہی حاملینِ فقہ [خود] فقیہ نہیں ہوتے۔]

ب: امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ." [1]

[اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھیں، جس نے ہم سے کوئی چیز سنی، پھر اس کو جیسے سنا، ویسے ہی پہنچا دیا، کتنے ہی لوگ جن تک حدیث پہنچائی جاتی ہے، سننے والوں سے زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں۔]

⇐⇐⇐ اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فیض القدیر ۲۸٤/٦؛ وصحیح سنن الترمذي ۳۳۸/۲)۔ شیخ ارناؤوط نے امام ابن حبان کی روایت کردہ حدیث کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۲۷۰/۱)

[1] جامع الترمذي، أبواب العلم، باب في الحث على تبليغ السماع، رقم الحديث ۲۷۹٥، ۳٤۸/۷؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، رقم الحديث ٦۹، ۲۷۱/۱۔۲۷۲. الفاظ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۳٤۹/۷). علامہ مبارکپوری نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے: اس کو احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۳٤۹/۷)؛ علامہ مناوی اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فیض القدیر ۲۸٤/٦؛ وصحیح سنن الترمذي ۳۳۸/۲).

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے دو باتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ان حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے تبلیغ کے لیے یہ شرط عائد نہیں کی، کہ مبلّغ نے احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ حاصل کر رکھا ہو، بلکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ،یعنی [کوئی ایک حدیث] یا [کچھ بھی] سن رکھا ہو۔ امام ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ إِثْبَاتِ نَضَارَةِ الْوَجْهِ فِي الْقِيَامَةِ مَنْ بَلَّغَ لِلْمُصْطَفَى ﷺ سُنَّةً صَحِيْحَةً كَمَا سَمِعَهَا.] [1]

[مصطفیٰ ﷺ کی کسی ایک سنت صحیحہ کو جیسے سنے، ویسے پہنچانے والے کے لیے [روزِ] قیامت چہرے کی تروتازگی کے ثبوت کا ذکر]

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث پر انہوں نے یہ عنوان لکھا ہے:

[ذِكْرُ رَحْمَةِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا مَنْ بَلَّغَ أُمَّةَ الْمُصْطَفٰى حَدِيْثًا صَحِيْحاً عَنْهُ.] [2]

[اُمت مصطفیٰ ﷺ تک ایک صحیح حدیث پہنچانے والے پر اللہ عزوجل کی رحمت کا ذکر]

علامہ مبارکپوری نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ظاہری معنی یہ ہے، کہ جس نے مجھ سے یا میرے صحابہ سے میری احادیث میں سے ایک حدیث کو سنا اور آگے

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، ۱/ ۲۷۱

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۲۷۰.

پہنچا دیا......الخ ❶

ب: مبلغ کے لیے نبی کریم ﷺ نے یہ شرط نہیں لگائی، کہ وہ فقیہ ہو۔ شرط صرف یہ رکھی ہے، کہ وہ جو بات پہنچا رہا ہے، وہ اس کو یاد ہو۔ علامہ مناوی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

"بَيَّنَ بِهِ أَنَّ رَاوِيَ الْحَدِيْثِ لَيْسَ الْفِقْهُ مِنْ شَرْطِهِ ، وَإِنَّمَا شَرْطُهُ الْحِفْظُ ، أَمَّا الْفَهْمُ وَالتَدَبُّرُ فَعَلَى الْفَقِيْهِ، وَهٰذَا أَقْوَى دَلِيْلٍ عَلَى رَدِّ قَوْلِ مَنْ شَرَطَ لِقَبُوْلِ الرِّوَايَةِ كَوْنَ الرَّاوِيْ فَقِيْهًا عَالِمًا ." ❷

[آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادِ گرامی کے ذریعہ اس بات کو واضح کر دیا ہے، کہ راوی حدیث کے لیے فقیہ ہونا شرط نہیں۔ شرط صرف یہ ہے، کہ اس کو [متعلقہ] حدیث یاد ہو۔ فہم و تدبر کی ذمہ داری فقیہ پر ہے اور اس میں ان لوگوں کی شدید ترین تردید ہے، جو راوی کے فقیہ ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں۔]

۲۔ ہدایت و خیر کی کسی بھی بات بتلانے والے کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر:

نبی کریم ﷺ نے ہدایت و خیر کی کسی بھی بات کے بتلانے والے کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر و ثواب پانے کی خبر دے کر ہر مسلمان مرد و عورت کو دعوت

---

❶ تحفة الأحوذي ٧/ ٣٤٨.

❷ فيض القدير ٦/ ٢٨٤ـ٢٨٥.

دینے کی پرزور ترغیب دی ہے۔ توفیقِ الٰہی سے اس سلسلے میں ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: حضرات ائمہ احمد، مسلم، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا." [1]

[جس نے ہدایت [کی کسی بات] کی طرف بلایا، تو اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے، جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کے لیے اجر ہوتا ہے، اس کو [اجر ملنے] کی وجہ سے ان [عمل کرنے والوں] کے ثواب میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔]

ب: حضرات ائمہ احمد، مسلم، ابوداود اور ترمذی نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ." [2]

---

[1] المسند ٣٩٧/٢ (ط: المكتب الاسلامي)؛ وصحيح مسلم، كتاب العلم، باب من سنّ سنة حسنة أوسيئة ، ومن دعا الى هدىً أو ضلالة، جزء من رقم الحديث ١٦(٢٦٧٤)؛ ٢٠٦٠/٤؛ وسنن أبي داود ، كتاب السنة، باب من دعا الى السنة، رقم الحديث ٤٥٩٦، ٢٣٦/١٢؛ وجامع الترمذي ، أبواب العلم، باب في من دعا الى هدى فاتبع أو إلى ضلالة، رقم الحديث ٢٨١٣، ٣٤٦/٧، وسنن ابن ماجه، المقدمه، من سنّ سنة حسنة أو سيئة ، رقم الحديث ١٩٤، ٤٠/١. الفاظِ حدیث المسند، صحیح مسلم، اور سنن ابی داود کے ہیں۔

[2] المسند ١٢٠/٤، و ٢٧٢/٥ (ط: المكتب الاسلامي) ، وصحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله لمركوب وغيره، جزء من رقم الحديث ١٣٣ (١٨٩٣) ، ١٥٠٦/٣؛ وسنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في الدال على الخير،⇦⇦⇦

[جس نے کسی [بھی] خیر کی [بات کی] طرف راہ نمائی کی، اس کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر ہے۔]

مذکورہ بالا دو حدیثوں میں موجود متعدد باتوں میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے پہلی حدیث میں لفظ [هُدىً] کو نکرہ استعمال فرمایا، تاکہ وہ ہدایت کی ہر بات پر منطبق ہو سکے۔ علامہ طیبی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

"[هُدىً] ما يُهْتَدَى بِهِ مِنَ الْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ ، وَهُوَ بِحَسْبِ التَّنْكِيرِ مُطْلَقٌ شَائِعٌ فِي جِنْسِ مَا يُقَالُ لَهُ [هُدىً]، يُطْلَقُ عَلَى الْكَثِيرِ وَالْقَلِيلِ وَالْعَظِيمِ وَالْحَقِيرِ ، فَأَعْظَمُهُ هُدَى مَنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَأَدْنَاهُ هُدَى مَنْ دَعَا إِلَىٰ إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنْ طَرِيْقِ الْمُؤْمِنِيْنَ." ❶

[[هُدىً] سے مراد وہ اعمالِ صالحہ ہیں، جن کی طرف راہ نمائی کی جاتی ہے، اور اس کے نکرہ ہونے کی بنا پر اس کا اطلاق ہدایت کی ہر بات پر ہوتا ہے، خواہ وہ کثیر ہو یا قلیل، عظیم ہو یا حقیر ہو، ہدایت [کی دعوت] کے اعتبار سے عظیم ترین شخص وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے، نیک

⇦⇦⇦ جزء من رقم الحديث ۵۱۱۸، ۱۴/ ۲۶؛ وجامع الترمذي ، أبواب العلم، باب ما جاء أنّ الدال على الخير كفاعليه، جزء من رقم الحديث ۲۸۰۸، ۷/ ۳۶۱. الفاظ حدیث المسند اور صحیح مسلم کے ہیں۔

❶ شرح الطيبي ۲/ ۶۲۵-۶۲۶. نیز ملاحظہ ہو: فيض القدير ۶/ ۱۲۵؛ وتحفة الأحوذي ۷/ ۳۶۴.

عمل کرے اور یہ کہے کہ بلاشبہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اور اس
اعتبار سے ادنیٰ وہ ہے، جو کہ اہل ایمان کے راستے سے تکلیف دہ چیز دُور
کرنے کی دعوت دے۔]

اسی طرح نبی محترم ﷺ نے دوسری حدیث میں لفظ [خیر] کو نکرہ استعمال فرمایا ہے، تاکہ وہ خیر کی ہر ہر بات کو اپنے اندر سمو سکے، خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، حقیر ہو یا عظیم، اس کا تعلق علم سے ہو یا عمل سے، اسی سلسلے میں ملا علی قاری رقم طراز ہیں:

"أَيَّ عِلْمٍ أَوْ عَمَلٍ مِمَّا فِيْهِ أَجْرٌ وَ ثَوَابٌ." ❶
[علم یا عمل کی کوئی بھی اجر و ثواب والی بات]

ب: نبی کریم ﷺ نے پہلی حدیث میں [دعوتِ ہدایت] ❷ اور دوسری حدیث میں [دلالتِ خیر] ❸ کے لیے کسی طریقہ، کیفیت یا طرز کو مخصوص نہیں فرمایا، بلکہ ان دونوں کو عام رہنے دیا، تاکہ کسی بھی شرعی انداز اور اسلوب سے دعوت دینے اور خیر کی طرف راہ نمائی کرنے والے دونوں حدیثوں میں بیان کردہ اجر و ثواب کو حاصل کر سکیں۔ ملا علی قاری نے دوسری حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

"[مَنْ دَلَّ] أَيْ بِالْقَوْلِ، أَوِ الْفِعْلِ أَوِ الْإِشَارَةِ أَوِ الْكِتَابَةِ." ❹
[جو قول یا فعل یا اشارے یا تحریر سے راہ نمائی کرے۔]

---

❶ مرقاة المفاتیح ١/ ٤٦٣.
❷ یعنی ہدایت کی طرف دعوت دینا۔
❸ یعنی خیر کی کسی بات کی طرف راہ نمائی کرنا۔
❹ مرقاة المفاتیح ١/ ٤٦٣.

خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے دعوتِ دین دینے کے مواقع پر ہر باشعور مسلمان مرد وعورت، پڑھے لکھے، اَن پڑھ، شہری بدوی، مالدار فقیر، حاکم محکوم، غرضیکہ ہر ایک کے لیے مہیا فرما دیے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ وسعت متعدد پہلوؤں سے فرمائی ہے، جن میں سے [موضوع دعوت] اور [طریقہ دعوت] کے اعتبار سے وسعت کا ذکر اس مقام پر کیا گیا ہے، کہ اُمت کا ہر فرد ہدایت و خیر کی کسی بھی بات کی طرف، کسی بھی شرعی طریقہ سے دعوت دے کر عمل کرنے والے کے برابر اجر وثواب حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم ناکاروں کو اپنی رحمت سے دعوتِ دین دینے والوں میں شامل فرما دیں۔ اِنه سميع مجيب.

مبحث سوئم

قبول اسلام کے ساتھ ہی دعوتِ دین کا آغاز

سلف صالحین کی مقدس سیرتوں میں اس بات کے شواہد کثرت سے پائے جاتے ہیں، کہ وہ قبولِ اسلام کے فوراً بعد ہی دعوتِ دین کا آغاز کر دیتے تھے۔ اس کے متعلق ذیل میں توفیق الٰہی سے نو واقعات پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ قبول اسلام کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوتی سرگرمیاں:

اللہ کریم نے مردوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اسلام لاتے ہی دوسرے لوگوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: جب ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، تو انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں محبوب تھے۔ انساب قریش کے سب سے زیادہ جاننے والے اور تجارت پیشہ تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ان کے علم، ان کے ساتھ تجارت اور ان کے عمدہ معاملہ کی بنا پر ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ اپنے ہاں آنے والے قابل اعتماد اشخاص کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے رہے۔ [1]

اللہ کریم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت کو بارآور فرمایا۔ اسی بارے میں امام ابن اسحاق لکھتے ہیں: میری معلومات کے مطابق ان کی دعوت کی وجہ سے عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن أبي وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم

[1] السيرة النبوية لابن هشام ۱ / ۲۳۱-۲۳۲. باختصار.

مسلمان ہوئے۔ ❶

۲۔ قبولِ اسلام کے بعد طلیب رضی اللہ عنہ کا ماں کو دعوتِ دین دینا:

رسول کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت طلیب بن عمیر دار الارقم میں مسلمان ہوئے۔ اس کے فوراً بعد وہ اپنی والدہ محترمہ کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے نکل پڑے۔

امام ابن سعد نے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی کے حوالے سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ الارقم بن الارقم مخزومی کے گھر مسلمان ہوئے، پھر وہ [یعنی مسلمان ہوتے ہی] اپنی والدہ اروی بنت عبدالمطلب کی طرف چل دیے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"تَبِعْتُ مُحَمَّدًا ـ ﷺ ـ وَأَسْلَمْتُ لِلّٰهِ."

[میں محمد ﷺ کا تابع بن چکا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اختیار کر لیا ہے۔]

ان کی والدہ نے کہا:

"إِنَّ أَحَقَّ مَنْ وَازَرْتَ وَعَضَدْتَّ خَالَكَ وَاللّٰهِ! لَوْ كُنَّا نَقْدِرُ عَلَى مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ لَتَبِعْنَاهُ، وَذَبَبْنَاهُ."

[تمہاری تائید اور تعاون کا سب سے زیادہ حق دار تمہارا ماموں ہے۔ اللہ تعالیٰ

---

❶ السيرة النبوية لابن هشام ۲۳۲/۱ باختصار. نیز ملاحظہ ہو: السيرة النبوية وأخبار الخلفاء ص ۶۸؛ وجوامع السيرة ص ٤٦؛ وتاريخ الإسلام (السيرة النبوية) للحافظ الذهبي ص۱۳۸؛ وزاد المعاد ۱۹/۳؛ والفصول في السيرة النبوية لابن كثير ص ۹۸؛ والبداية والنهاية ۷۳/٤؛ والسيرة النبوية لابن خلدون ص ۸۸؛ وصحيح السيرة النبوية للشيخ الألباني ص۱۱۹؛ والسيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية ص ۱۵۸؛ اور دعوتِ اسلام تالیف پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ، مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، ص ۱۷۔

کی قسم! اگر ہم مردوں ایسی استطاعت رکھتیں، تو ضرور ان کی پیروی اور ان کا دفاع کرتیں۔]

طلیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

" فَمَا يَمْنَعُكَ يَا أُمِّيْ! مِنْ أَنْ تُسْلِمِي وَتَتَّبِعِيْهِ ، فَقَدْ أَسْلَمَ أَخُوْكَ حَمْزَةُ رضي الله عنه ؟ "

[اے اماں [جی]! آپ کے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بعد آپ کے قبولِ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری اختیار کرنے میں کون سی رکاوٹ حائل ہے؟]

انہوں نے کہا:

" أَنْظُرُ مَا يَصْنَعُ أَخَوَاتِي ، ثُمَّ أَكُوْنُ إِحْدَاهُنَّ . "

[میں دیکھوں گی، کہ میری بہنیں کیا طرزِ عمل اختیار کرتی ہیں، پھر میں بھی وہی کروں گی۔]

طلیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

" فَإِنِّيْ أَسْأَلُكِ بِاللّٰهِ إِلَّا أَتَيْتِهِ فَسَلَّمْتِ عَلَيْهِ، وَصَدَّقْتِهِ، وَشَهِدْتِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم رَسُوْلُ اللّٰهِ . "[1]

[میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپ سے سوال کرتا ہوں، کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیے، انہیں سلام عرض کیجیے، ان کی تصدیق کیجیے اور اس بات کی گواہی دیجیے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ نہیں اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔]

حافظ ابن عبدالبر نے تحریر کیا ہے، کہ ان کی والدہ محترمہ نے کہا:

---

[1] الطبقات الکبریٰ ۸/ ۴۲.

[فَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا ـ ﷺ ـ رَسُوْلُ اللّٰهِ .] ❶

[سو یقیناً میں گواہی دیتی ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں، کہ بلاشبہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔]

امام ابن سعد کی نقل کردہ روایت میں ہے:

"ثُمَّ كَانَتْ تَعْضُدُ النَّبِيَّ ﷺ بِلِسَانِهَا ، وَتَحُضُّ ابْنَهَا عَلَى نُصْرَتِهِ ، وَالْقِيَامِ بِأَمْرِهِ . " ❷

[پھر وہ اپنی زبان سے نبی کریم ﷺ کی تائید کرتیں اور اپنے بیٹے کو آنحضرت ﷺ کی نصرت اور آپ کے مشن کے لیے کام کرنے کی تلقین کرتیں۔]

اس قصہ میں یہ بات واضح ہے، کہ قبولِ اسلام کے فوراً بعد حضرت طلیب رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کو دعوتِ اسلام دینے کی خاطر نکل پڑے اور ان کے اسلام قبول کرنے تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ رب کریم نے ان کی دعوت میں برکت عطا فرمائی۔ اماں محترمہ نہ صرف خود مسلمان ہوئیں، بلکہ اس کے بعد اپنے بیٹے کو آنحضرت ﷺ کی نصرت و اعانت اور دعوتِ اسلام کی خاطر کام کرنے کی تلقین کرتی رہتیں۔ فرضي اللّٰه تعالیٰ عنها وعن ابنها وأرضاهما.

---

❶ الاستيعاب في معرفة الأصحاب ٤/ ١٧٧٩.

❷ الطبقات الكبرىٰ ٨/ ٤٢؛ نیز ملاحظہ ہو: الاستيعاب ٤/ ١٧٧٩؛ والإصابة في تمييز الصحابة ٨/ ٥.

۳۔ اسلام لاتے ہی جنّات کا داعی بن کر پلٹنا:

اللہ کریم نے جنوں کے ایک گروہ کا رُخ رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑا۔ وہ آنحضرت ﷺ کی تلاوت سنتے ہی آپ پر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کی جانب دین اسلام کے داعی بن کر پلٹے۔ اللہ عزوجل نے اسی بارے میں فرمایا:

﴿ وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ . قَالُوا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ . يَاقَوْمَنَآ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ. وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَآءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ. ﴾ [1]

[اور جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو قرآن سننے کے لیے پھیر دیا تھا۔ پس جب وہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے، تو انہوں نے کہا: ''تم توجہ سے سنو۔'' جب [تلاوت] ختم ہوگئی، تو وہ اپنی قوم کو ڈرانے والے بن کر پلٹے۔ انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے موسیٰ۔علیہ السلام۔ کے بعد نازل شدہ کتاب سنی ہے، وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے وہ حق اور سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور ان کے ساتھ ایمان لاؤ، وہ [اللہ تعالیٰ] تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور دردناک عذاب سے تمہیں پناہ دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے

[1] سورۃ الأحقاف / الآیات ۲۹۔۳۲.

بلانے والے کی دعوت قبول نہ کرے گا، تو وہ زمین میں [کہیں بھاگ کر] اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتا اور ان کے سوا کوئی اور اس کے مددگار نہ ہوں گے۔ وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔]

ان آیاتِ شریفہ سے یہ بات واضح ہے، کہ جنات آنحضرت ﷺ کی تلاوت سننے پر ایمان لانے کے فوراً ہی بعد اپنی قوم کو ڈرانے والے اور دعوتِ ایمان دینے والے بن کر پلٹے۔ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

"فَلَمَّا تَلَا عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ وَفَرَغ ، انْصَرَفُوْا بِأَمْرِهِ قَاصِدِيْنَ مَنْ وَرَاءَ هُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ مِنَ الْجِنِّ ، مُنَفِّرِيْنَ لَهُمْ مُخَالَفَةَ الْقُرْآنِ ، وَمُحَذِّرِيْنَ إِيَّاهُمْ بَأْسَ اللّٰهِ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوْا ." [1]

[جب آنحضرت ﷺ ان کے روبرو تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہوئے، تو وہ آپ ﷺ کی دعوت کو لے کر اپنی قوم جنات کی طرف لوٹے، تاکہ انہیں قرآن کی مخالفت سے روکیں اور ایمان نہ لانے کی صورت میں عذابِ الٰہی سے ڈرائیں۔]

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے (دَاعِيَ اللّٰهِ) کی تفسیر میں لکھا ہے، کہ اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ [2]

حافظ ابن کثیر ﴿ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءُ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [3] کی تفسیر میں تحریر کرتے

---

[1] تفسیر القرطبي ۲۱۶/۱۵ ؛ نیز ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۳۹۰/۷.

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۲۱۶/۱۵ ؛ نیز دیکھئے : تفسیر القاسمي ۲۱۶/۱۵؟

[3] [ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی دعوت کو قبول نہ کرے گا، تو وہ زمین میں [کہیں بھاگ کر] اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتا اور ان کے سوا کوئی اور اس کے مددگار نہ ہوں گے۔ وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔]

ہیں: ''اس مقام پر وعید سنائی گئی ہے اور ڈرایا گیا ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنی قوم کو ترغیب و ترہیب سے دعوت دی۔'' ❶

سیّد قطب ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِيْنَ ﴾ ❷ کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

اس میں اس اثر کی تصویر کشی کی گئی ہے، جو کہ توجہ سے قرآن حکیم سننے کی وجہ سے ان کے دلوں پر نقش ہوگیا تھا۔ انہوں نے مجلس کے اختتام تک خوب توجہ سے قرآن کریم کو سنا۔ تلاوت کے ختم ہوتے ہی وہ بھاگم بھاگ اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے، تب ان کے دل و دماغ میں جو چیز جاگزیں ہو چکی تھی، وہ نہ تو اس کو چھپا سکتے تھے اور نہ ہی اس کے اظہار و ابلاغ میں کسی قسم کی کوتاہی کر سکتے تھے۔ ان کے شعور و احساس میں ایک ایسی مؤثر، قوی اور غالب قوت سما چکی تھی، جو انہیں اس بات پر مجبور کر رہی تھی، کہ وہ حرکت میں آ جائیں اور کوشش اور اہتمام سے اس کو دوسروں تک منتقل کریں۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے پاس پہنچتے ہی پکار اُٹھے:

﴿ قَالُوْا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ . ﴾ ❸

[انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے موسیٰ ۔علیہ السلام۔ کے بعد نازل شدہ کتاب سنی ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، وہ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔]

گفتگو کا ماحاصل یہ ہے، کہ قرآن کریم سننے اور اس پر ایمان لانے کے فوراً بعد

---

❶ تفسیر ابن كثير ٤ / ١٨٠؛ نیز ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٢٨ / ١٣٣.

❷ [ترجمہ: جب [تلاوت] ختم ہوگئی، تو وہ اپنی قوم کو ڈرانے والے بن کر پلٹے۔]

❸ ملاحظہ ہو: في ظلال القرآن ٦ / ٣٢٧٣ - ٣٢٧٤.

ہی جنات اپنی قوم کے لیے دعوت دینے والے بن کر لوٹے۔ انہوں نے اپنی قوم کو قبولِ اسلام کے فوائد اور اس سے منہ پھیرنے کے بُرے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے دعوت دی۔ اسی بارے میں شیخ ابوبکر الجزائری نے تحریر کیا ہے:

''ان آیات سے حاصل ہونے والی ہدایت میں سے یہ ہے، کہ رسول اللہ ﷺ سے جو بات [بھی] پہنچے، اس کو آگے پہنچایا جائے۔ حدیث شریف میں ہے: ''بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً.'' ❶ [تمہارے پاس میری طرف سے ایک آیت بھی پہنچے، تو اس کو آگے پہنچاؤ۔] ❷

۴۔ انصار کے ایک گروہ کا مسلمان ہوتے ہی ارادہ دعوت:

رسول کریم ﷺ نے بعثت کے گیارھویں سال منیٰ میں عقبہ کے پاس قبیلہ خزرج کی ایک جماعت کو مسلمان ہونے کی دعوت دی۔ انہوں نے اسلام کو قبول کیا اور اسی وقت عزم کیا، کہ وہ اپنی قوم کے پاس پہنچتے ہی انہیں دعوتِ اسلام دیں گے۔

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ حسب سابق [حج کے] موسم میں اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ عقبہ کے پاس آنحضرت ﷺ کی ملاقات قبیلہ خزرج کی ایک ٹولی سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا۔ [جب] آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، اسلام کو ان کے سامنے پیش کیا اور انہیں قرآن سنایا، تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''اے قوم! اللہ تعالیٰ کی قسم! تم جانتے ہو، کہ یہ تو وہی نبی ہیں، جن کی آمد کی خبر تمہیں یہود دیتے ہیں۔ اب دیکھنا، کہیں یہود ان پر ایمان لانے میں تم پر سبقت نہ لے جائیں۔'' ❸

❶ تخریج حدیث کے لیے اس کتاب کا صفحہ ۲۵ ملاحظہ فرمائیے ❷ ملاحظہ ہو: أیسر التفاسیر ٥/ ٦٦.
❸ غالباً مراد یہ ہے، کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے پیش کردہ دعوت کو قبول کر کے آپ کی نصرت و اعانت کریں۔

چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

"إِنَّا قَدْ تَرَكْنَا قَوْمَنَا ، وَلَا قَوْمَ بَيْنَهُمْ مِنَ الْعَدَاوَةِ وَالشَّرِّ مَا بَيْنَهُمْ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْمَعَهُمْ بِكَ ، فَسَنَقْدِمُ عَلَيْهِمْ ، فَنَدْعُوهُمْ إِلَى أَمْرِكَ ، نَعْرِضُ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَجَبْنَاكَ إِلَيهِ مِنْ هٰذَا الدِّيْنِ . فَإِنْ يَجْمَعْهُمْ عَلَيْكَ فَلَا رَجُلٌ أَعَزَّ مِنْكَ ." [1]

[ہم ایک ایسی قوم سے آئے ہیں، کہ کسی بھی قوم میں باہمی دشمنی اور شرارت ان سے زیادہ نہیں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے انہیں متحد کردیں۔ ہم ان کے پاس جاتے ہیں اور انہیں آپ کی دعوت کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ کے بیان کردہ جس دین کو ہم نے قبول کیا ہے، یہی دین ہم انہیں پیش کریں گے۔ اگر وہ اس دین کی بنیاد پر اکٹھے ہو گئے، تو آپ سے زیادہ کوئی شخص معزز نہ ہوگا۔]

پھر جب وہ لوگ اپنی قوم کے پاس پہنچے، تو انہوں نے ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی، یہاں تک کہ ان میں اسلام پھیل گیا

---

[1] ملاحظہ ہو: السيرة النبوية لابن هشام ۲/ ۵۴-۵۵. شیخ البانی، ڈاکٹر سلیمان العودۃ اور ڈاکٹر العودۃ حسن نے اس کی [اسناد کو حسن] قرار دیا ہے اور ڈاکٹر مہدی رزق اللہ نے ان سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: تعليقات الشيخ الألباني على فقه السيرة للشيخ الغزالي ص ۱۵۴ ؛ والسيرة النبوية فى الصحيحين و عند ابن اسحاق ص ۳۱۲؛ والسيرة النبوية في وضوء المصادر الأصلية ص ۲۴۵، هامش ۶۶۹)۔ نیز ملاحظہ ہو: جوامع السيرة ص ۷۰ ؛ وتاريخ الإسلام (السيرة النبوية) للحافظ الذهبي ص ۲۹۰-۲۹۱ ؛ وزاد المعاد ۴۵/۳؛ والبداية والنهاية ۲۷۱/۴-۲۷۴؛ والفصول في سيرة الرسول ﷺ ص ۱۰۹؛ والسيرة النبوية لابن خلدون ص ۱۰۱؛ والسيرة النبوية كما جاء في الأحاديث الصحيحة لمحمد الصوياني ص ۲۳۳-۲۳۴؛ وصحيح السيرة النبوية لإبراهيم العلي ص ۱۰۴-۱۰۵؛ اور دعوتِ اسلام تالیف پروفیسر آرنلڈ ص ۲۴-۲۵۔

اور کوئی انصاری گھرانہ رسول کریم ﷺ کے ذکر سے خالی نہ رہا۔

اس قصہ سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: قبیلہ خزرج کے اس گروہ نے قبول اسلام کے ساتھ ہی اس ارادے کا اظہار کیا، کہ وہ اپنی قوم کی طرف پلٹتے ہی انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں گے۔

ب: انہوں نے اپنے اس عزم کا اظہار رسول کریم ﷺ کے حضور کیا، آپ ﷺ نے ان کے اس ارادے پر نکتہ چینی نہ کی، بلکہ اپنے سکوت سے رضا مندی اور موافقت کی خبر دی۔

ج: اس مقدس جماعت نے دعوتِ اسلام کے لیے اظہارِ ارادہ پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ مدینہ طیبہ پہنچنے پر اپنے ارادے کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش میں برکت عطا فرمائی۔ ان کی قوم میں اسلام کا چرچا ہوا، اور انصار کا ہر گھرانہ حبیب کریم ﷺ کے ذکر پاک سے معطر ہوا۔ رضي الله عنهم و أرضاهم. اللہ کریم ہم ناکاردں کو بھی دعوتِ دین کا ایسا جذبہ عطا فرمائیں۔ وماذالك على الله بعزيز. [1]

۵۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے ہر انصاری کا دعوتِ دین دینا:

مسلمان ہونے کے بعد صرف انصار کی مذکورہ بالا جماعت نے ہی دعوتِ دین نہ دی، بلکہ ان دنوں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے ہر انصاری کا یہی شیوہ اور دستور تھا۔

امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

---

[1] ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا مشکل نہیں۔

" أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَبِثَ عَشْرَ سِنِيْنَ يَتَّبِعُ الْحَاجَ فِي مَنَازِلِهِمْ فِي الْمَوْسِمِ وَبِمَجَنَّةَ وَبِعُكَاظِ ، وَبِمَنَازِلِهِمْ بِمِنًى ، فَلَا يَجِدُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَيُؤْوِيْهِ حَتَّى بَعَثَنَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ مِنْ يَثْرَبَ . فَيَأْتِيْهِ الرَّجُلُ فَيُؤْمِنُ بِهِ ، فَيُقْرِئُهُ الْقُرْآنَ ، فَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ ، فَيُسْلِمُوْنَ بِإِسْلَامِهِ حَتَّى لَمْ يَبْقَ دَارٌ مِنْ دُوْرِ يَثْرَبَ إِلَّا فِيْهَا رَهْطٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُظْهِرُوْنَ الْإِسْلَامَ . "[1]

[بلاشبہ رسول اللہ ﷺ دس سال تک حاجیوں [کو دعوت دینے کی خاطر ان] کے ڈیروں میں موسم حج میں اور مجنہ اور عکاظ کے میلوں میں جاتے رہے۔ آنحضرت ﷺ کو ایک بھی ایسا شخص نہ ملا، جو آپ کی نصرت کرے اور آپ کو پناہ دے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ کی طرف بھیجنا شروع کیا۔ [ہم سے] کوئی ایک شخص آپ ﷺ کے حضور پہنچ کر آپ کے ساتھ ایمان لاتا، تو آپ ﷺ اس کو قرآن پڑھا دیتے۔ پھر وہ اپنے کنبہ کی طرف پلٹتا، تو وہ اس کے اسلام کی بدولت مسلمان ہو جاتے، یہاں تک کہ یثرب میں ایک گھر بھی ایسا نہ رہا، جس میں اسلام ظاہر کرنے والے افراد نہ ہوں۔]

۶۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کے بعد اپنی قوم کو دعوت دینا:

اللہ کریم کے فضل وکرم سے حضرت مصعب بن عمیر کے دست مبارک پر حضرت

---

[1] المسند، جزء من رقم الحديث ١٤٦٥٣، ٢٢/٢٣. حافظ ہیثمی نے اس کے متعلق لکھا ہے: "احمد کے راویان بخاری ومسلم کے راویان ہیں۔" (مجمع الزوائد ٦/٤٦) ؛ حافظ ابن حجر نے اس کی [اسناد کو حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ٧/٢٢٢) ؛ امام ابن حبان، امام حاکم، شیخ شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٧/٢٢٢؛ وهامش المسند ٢٣/٢٤).

سعد بن معاذ مسلمان ہوئے۔ اسلام لانے کے فوراً بعد ہی انہوں نے اپنی قوم کو دین حق کی طرف بلایا، تو ان کی ساری قوم دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے، کہ جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سعد بن معاذ کو قرآن سنایا، تو وہ مسلمان ہوگئے۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کے روبرو کھڑے ہو کر فرمایا:

"یَا بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ! کَیْفَ تَعْلَمُوْنَ أَمْرِيْ فِیْکُمْ؟"

[اے بنو عبدالاشہل! تمہارے ساتھ میرے معاملے کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟]

انہوں نے جواب دیا:

"سَیِّدُنَا وَأَفْضَلُنَا رَأْیًا وَأَیْمَنُنَا نَقِیْبَةً."

[آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے بہتر رائے والے اور سب سے بابرکت قیادت والے ہیں۔]

انہوں نے فرمایا:

"فَإِنَّ کَلَامَ رِجَالِکُمْ وَنِسَائِکُمْ عَلَيَّ حَرَامٌ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ."

[اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے تک تمہارے مردوں اور عورتوں سے گفتگو کرنا میرے لیے حرام ہے۔]

[قصہ بیان کرنے والے] دونوں راویوں نے بیان کیا:

"فَوَاللّٰهِ! مَا أَمْسٰی فِي دَارِ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ إِلَّا مُسْلِمًا وَمُسْلِمَةً." [1]

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۲/۵۸۔۶۰ باختصار ؛ نیز ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویۃ وأخبار⇦⇦⇦

[اللہ تعالیٰ کی قسم! شام ہونے تک بنوعبدالاشہل میں سے کوئی فرد، مرد ہو یا عورت، ایسا نہ تھا، جو کہ دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو چکا ہو۔]

۷۔ رفاعہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کے بعد اپنی قوم کو دعوت دینا:

حضرت رفاعہ الجذامی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ اپنی قوم کے نام لے کر ان کے پاس پہنچے۔ انہیں دعوتِ اسلام دی اور وہ توفیق الٰہی سے مسلمان ہو گئے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اور غزوۂ خیبر سے پہلے رفاعہ بن زید الجذامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ ایک غلام بطورِ ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور [خود] مسلمان ہو گئے۔ ان کا اسلام کھرا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے نام ایک مکتوب [گرامی] انہیں عطا فرمایا۔

جب رفاعہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ❶

⇦⇦⇦ الخلفاء ۱۰۹۔۱۱۱؛ وجوامع السیرة ص ۷۳؛ وسیر أعلام النبلاء ۱/ ۲۸۰؛ وتاریخ الإسلام (السیرة النبویة) ص ۲۹۵۔۲۹۷؛ والبدایة والنهایة ۴/ ۳۷۸۔۳۸۱؛ والفصول فی سیرة الرسول ﷺ ص ۱۱۱؛ والسیرة النبویة لابن خلدون ص ۱۰۲؛ والسیرة النبویة کما جاء في الأحادیث الصحیحة ص ۲۳۷۔۲۳۸؛ وصحیح السیرة النبویة ص ۱۰۷؛ اور دعوتِ اسلام ص ۲۸۔ شیخ ابراہیم العلي نے اس روایت کے متعدد طرق ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت ان طرق کی بنا پر [حسنة] ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح السیرة النبویة ص ۱۰۷).

❶ السیرة النبویة لابن هشام ۴/ ۱۸۰ باختصار؛ نیز ملاحظہ ہو: الطبقات الکبریٰ ۷/ ۴۳۵؛ والاستیعاب في معرفة الأصحاب ۲/ ۵۰۰؛ والإصابة في تمییز الصحابة ۲/ ۲۱۰ و ۶/ ۱۲۱؛ ومجموعة الوثائق السیاسیة ص ۲۸۰؛ والسیرة النبویة فی ضوء المصادر الأصلیة ص ۶۵۰۔ ڈاکٹر مہدی رزق اللہ نے تحریر کیا ہے، کہ اس حدیث کی تقویت صحیحین میں موجود اس بات سے ہوتی ہے، کہ رفاعہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدعم نامی ایک سیاہ فام غلام پیش کیا۔ (ملاحظہ ہو: السیرة النبویة في ضوء المصادر الأصلیة ص ۶۵۰).

۸۔ضمام رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کے بعد اپنی قوم کو دعوت دینا:

ضمام بن ثعلبہ اپنی قوم کے نمائندے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ چند ایک سوالات دریافت کرنے کے بعد توحید و رسالت کی گواہی دی۔ اپنی قوم کی طرف واپس آئے، انہیں دعوتِ اسلام پیش کی اور وہ سارے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا مندوب بنا کر بھیجا۔ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ مسجد کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھا کر اس کے گھٹنوں کو باندھا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور تب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ضمام ایک مضبوط، زیادہ بالوں اور دو زلفوں والے شخص تھے۔ وہ سیدھے آ کر رسول اللہ ﷺ کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگے:

"أَيُّكُمْ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟"

[تم میں سے عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے؟]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ"

[میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔]

انہوں نے کہا:

"مُحَمَّدٌ ـ ﷺ ـ؟"

[محمد ـ ﷺ ـ [ہو]؟]

آپ ﷺ نے فرمایا: "نَعَمْ"

[ہاں]

انہوں نے کہا:

"ابْنَ عبدِ الْمُطَّلَبِ! إِنِّي سَائِلُكَ وَمُغَلِّظٌ فِي الْمَسْأَلَةِ ، فَلَا تَجِدَنَّ فِيْ نَفْسِكَ."

[عبدالمطلب کے بیٹے! بلاشبہ میں تم سے [کچھ باتیں] دریافت کروں گا اور دورانِ سوال درشتی سے پیش آؤں گا، سو تم اپنے دل میں میرے بارے میں ملال نہ کرنا۔]

آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا أَجِدُ فِيْ نَفْسِي ، فَسَلْ عَمَّا بَدَالَكَ."

[میں اپنے دل میں ملال نہیں لاتا، تم جو چاہو، سو پوچھ لو۔]

انہوں نے کہا:

"أَنْشُدُكَ اللّٰهَ! إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ ، وَإِلٰهَ مَنْ هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكَ ، آللّٰهُ بَعَثَكَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا؟"

[میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی، جو کہ تمہارے معبود ہیں، تم سے پہلے لوگوں کے معبود ہیں اور جو تم سے بعد آنے والوں کے معبود ہیں، کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہماری طرف رسول بنا کر مبعوث کیا ہے؟]

آپ ﷺ نے جواب دیا:

"اَللّٰهُمَّ نَعَمْ."

[ہاں، اللہ تعالیٰ کی قسم!]

انہوں نے کہا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی، جو کہ تمہارے معبود ہیں، تم سے پہلے لوگوں کے معبود ہیں اور جو تم سے بعد آنے والوں کے معبود ہیں، کی قسم دے کر پوچھتا

ہوں، کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، کہ تم ہمیں صرف ان ہی کی عبادت کرنے کا حکم دو، ہم ان کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم ان شرکاء کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ واجداد عبادت کرتے تھے؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ تعالیٰ کی قسم!''

انہوں [ابن عباس رضی اللہ عنہما] نے بیان کیا: ''پھر انہوں نے اسلام کے ایک ایک فریضہ زکوۃ، روزہ، حج اور دیگر احکام کا ذکر کیا۔ وہ ہر فریضہ کے متعلق سوال کرتے وقت اسی طرح آنحضرت ﷺ کو قسم دے کر دریافت کرتے، جس طرح کہ انہوں نے پہلے قسم دے کر پوچھا تھا۔

اپنے استفسارات سے فارغ ہونے پر انہوں نے کہا:

'' فَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا ۔ ﷺ ۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَسَأُوَدِّي هٰذِهِ الْفَرَائِضَ ، وَأَجْتَنِبُ مَا نَهَيْتَنِي عَنْهُ ، ثُمَّ لَا أَزِيْدُ وَلَا أَنْقُصُ .''

[پس بلاشبہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمد ۔ ﷺ ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور آپ کی ممنوعہ باتوں سے اجتناب کروں گا۔ ان میں کسی بھی قسم کی کمی وبیشی نہ کروں گا۔]

انہوں [ابن عباس رضی اللہ عنہما] نے بیان کیا: ''پھر وہ اپنے اونٹ کی طرف لوٹے، تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' إِنْ يَصْدُقْ ذُوْا الْعَقِيْصَتَيْنِ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ .''

[اگر اس دو مینڈھیوں والے نے سچ بولا ہے، تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔]

انہوں نے بیان کیا: ''وہ اپنے اونٹ کے پاس پہنچے، اس کی رسی کو کھولا اور اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچتے ہی ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ کیا:

"بِئْسَتِ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى ."

[لات و عزیٰ بُرے ہیں۔]

انہوں [اُن کی قوم کے لوگوں] نے کہا:

"مَهٖ يَا ضِمَامُ! اِتَّقِ الْبَرَصَ وَالْجُذَامَ! اِتَّقِ الْجُنُوْنَ!"

[اے ضمام! خاموش ہو جاؤ۔ پھلبہری اور کوڑھ سے ڈرو! دیوانگی سے بچو۔]

انہوں نے کہا:

"وَيْلَكُمْ إِنَّهُمَا لَا يَضُرَّانِ وَلَا يَنْفَعَانِ. إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ رَسُوْلًا ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابًا اِسْتَنْقَذَكُمْ بِهٖ مِمَّا كُنْتُمْ فِيْهِ ، وَإِنِّيْ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا۔ ﷺ ۔عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، وَإِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِهٖ بِمَا أَمَرَكُمْ بِهٖ ، وَنَهَاكُمْ عَنْهُ ."

[تمہارا ستیا ناس ہو! وہ دونوں ضرر و نفع نہیں پہنچا سکتے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسول۔ ﷺ ۔ مبعوث فرمائے ہیں اور ان پر ایک کتاب نازل کر کے تمہیں اس [گم راہی] سے بچایا ہے، جس میں تم تھے۔ اور بلاشبہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہیں اور یقیناً محمد۔ ﷺ ۔ ان کے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں ان کی جانب سے تمہارے پاس وہ باتیں لے کر

آیا ہوں، جن کا آنحضرت ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے اور جن سے تمہیں روکا ہے۔]

انہوں [ابن عباس رضی اللہ عنہما] نے بیان کیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اس دن شام سے پہلے [ہی] ان کی قوم میں سے کوئی ایک مرد اور کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ تھی، جو دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو چکی ہو۔''

انہوں نے [مزید] فرمایا: ''ہمارے علم کے مطابق کسی قوم کا نمائندہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا۔'' [1]

۹۔ عروہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کے بعد اپنی قوم کو دعوت دینا:

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ اسلام قبول کیا اور داعی کی حیثیت سے اپنی قوم کی طرف پلٹے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے: رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان میں تبوک سے مدینہ [طیبہ] تشریف لائے۔ اسی ماہ وفد ثقیف آپ ﷺ کے حضور پہنچا۔ اسی وفد کے حوالے سے ایک بات یہ ہوئی، کہ جب رسول اللہ ﷺ ان سے [ملاقات کر کے] واپس تشریف لائے، تو عروہ بن مسعود آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے آئے اور آنحضرت ﷺ کے مدینہ [طیبہ] داخل ہونے سے پہلے شرفِ باریابی پایا، دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور اپنی قوم کو دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے جانے کی اجازت طلب کی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: جیسا کہ ان کی قوم کے لوگوں نے بیان کیا:

---

[1] المسند، رقم الحدیث ۲۳۸۰، ۴/۱۱۸-۱۲۰. (ط: دار المعارف). شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۴/۱۱۸)؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۴/۲۱۱).

''بلاشبہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ کو ان کی قوم کے تکبر اور غرور کے بارے میں علم تھا۔

عروہ رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: ''میں ان کی نگاہوں میں ان کی دوشیزاؤں سے زیادہ محبوب ہوں۔''

اور وہ لوگ [واقعتاً] ان سے محبت کرتے تھے اور ان کی بات مانتے تھے۔

انہوں نے اس اُمید کے ساتھ اپنی قوم کو دعوت دینے کا آغاز کیا، کہ وہ ان کے مقام و مرتبے کی بنا پر ان کی بات نہ موڑیں گے۔ جب انہوں نے اپنے بالا خانے سے نمودار ہو کر انہیں دعوتِ اسلام دی اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا، تو انہوں نے ہر جانب سے ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ ایک تیر انہیں لگا اور ان کی زندگی کو ختم کر دیا۔'' [1] رضی اللہ عنه و أرضاه

اس قصے سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ قبولِ اسلام کے فوراً بعد جب حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے اپنی قوم کو دعوت دینے کی اجازت طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے دعوتِ اسلام دینے سے اس لیے نہ روکا، کہ وہ ابھی عالم و فاضل نہیں بن پائے تھے۔

۲۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد اپنی قوم کی طرف پلٹے، انہیں اسلام کی طرف بلایا، اور اسی مشن میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دی۔ رضي

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام ۱۳۵/٤؛ نیز ملاحظہ ہو: جوامع السيرة ۲۵۵-۲۵٦؛ وتاريخ الإسلام (المغازي) للحافظ الذهبي ص٦٦٨-٦٦٩؛ وزاد المعاد ٤۹۸/۳؛ والبداية والنهاية ۲۰٤/۷؛ والفصول في سيرة الرسول ﷺ ص ۲۱۳؛ والسيرة النبوية لابن خلدون ص ۱۸٤-۱۸۵؛ والسيرة النبوية للدكتور أبي شهبة ص ۵۲۸؛ والسيرة النبوية الصحيحة للدكتور العمري ۵۱۷/۲؛ والسيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية ص ٦۰۰.

الله وأرضي عنه.

۱۰۔ اقرارِ حق کے بعد ایک بدوی رضی اللہ عنہ کا عزم دعوت:

حضرات ائمہ دارمی، ابویعلیٰ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میں نبی کریم ﷺ کے حضور بیٹھا تھا، کہ آپ ﷺ کے پاس ایک بدو آیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"هَلْ لَكَ فِي خَيْرٍ؟ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟"

[کیا تیری خیر میں رغبت ہے؟ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد۔ ﷺ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔]

اس نے کہا: "آپ کے لیے اس بات کی گواہی کون دیتا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سَلَمہ ❶ (کا درخت)۔"

آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور تب وہ [درخت] وادی کے کنارے پر تھا، وہ زمین کو چیرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس سے گواہی طلب کی، تو اس نے تین مرتبہ گواہی دی اور پھر وہ اپنی جگہ کی طرف پلٹ گیا۔

[یہ دیکھ کر] بدو نے کہا:

"آتِي قَوْمِي ، فَإِنْ تَابَعُوْنِي أَتَيْتُكَ بِهِمْ ، وَإِلَّا رَجَعْتُ إِلَيْكَ ، فَأَكُوْنَ مَعَكَ ."

---

❶ (سَلَمَةٌ): ایک قسم کا کانٹے دار درخت جس کے پتوں سے دباغت کی جاتی ہے۔ (مصباح اللغات ص ۳۶۷).

[میں اپنی قوم کی طرف جارہا ہوں، اگر انہوں نے میری بات مان لی، تو میں انہیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں گا، وگرنہ میں آپ کے حضور پہنچ کر آپ کا ساتھی بن جاؤں گا۔] ❶

اس واقعہ میں ہم دیکھتے ہیں، کہ بدو نے حبیب کریم ﷺ کا معجزہ دیکھتے ہی اقرارِ حق کیا اور آنحضرت ﷺ کے رو برو اس عزم کا اظہار کیا، کہ وہ اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دینے، اور انہیں بارگاہِ نبوت میں حاضری کا حکم دینے کے لیے جارہے ہیں۔ رضي اللّٰه عنه وأرضاه.

آنحضرت ﷺ نے انہیں اس بات سے منع نہیں کیا، بلکہ اپنی خاموشی کے ذریعہ سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

ایک مستشرق کی گواہی:

دورِ اوّل کے مسلمانوں کے بارے میں بعض مستشرقین نے بھی یہ گواہی دی ہے، کہ وہ مسلمان ہوتے ہی دین اسلام کی دعوت دینا شروع کردیتے تھے۔ اس بارے میں پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ لکھتے ہیں: ''بسا اوقات ایسا ہوا، کہ کسی قبیلے کا ایک آدمی

❶ سنن الدارمي، باب ما أكرم الله تعالىٰ به نبيه ﷺ من إيمان الشجر به والبهائم والجن، رقم الحديث ١٦، ١/١٧-١٨؛ ومسند أبي يعلىٰ، مسند ابن عمر رضي الله عنهما، رقم الحديث ٢٤٨(٥٦٦٢) ١٠/٣٤؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب المعجزات، باب ذكر شهادة الشجر للمصطفى ﷺ بالرسالة، رقم الحديث ٦٥٠٥، ١٤/٤٣٤. الفاظِ حدیث مسند أبي یعلیٰ کے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے اس کے [راویان کو الصحیح کے روایت کرنے والے] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ٨/٢٩٢)؛ حافظ ابن کثیر نے امام حاکم سے اس کو نقل کرنے کے بعد اس کی [اسناد کو عمدہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: البداية والنهاية ٨/٦٧٨)؛ شیخ البانی نے امام ابن حبان کی روایت کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح موارد الظمآن ٢/٣١٣)؛ نیز ملاحظہ ہو: هامش سنن الدارمي ١/١٧؛ وهامش مسند أبي يعلى ١٠/٣٤-٣٥؛ وهامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ١٤/ ٤٣٤-٤٣٥).

مدینہ طیبہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا، اور پھر مبلغ اسلام بن کر اپنے وطن لوٹا، تاکہ اپنے بھائیوں کو بھی اسلام کا حلقہ بگوش بنائے۔ ❶

❶ دعوت اسلام ص ۴۰.

مبحث چہارم

دعوتِ دین کی خاطر عام مسلمانوں کی سرگرمیاں

دعوتِ اسلام کی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے، کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے عام مسلمان بھی دین کی دعوت دیتے رہے۔ اس بارے میں شواہد و واقعات بڑی تعداد میں ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی کتاب دعوتِ اسلام میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ذیل میں اس موضوع کے متعلق ان کی تحقیقات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اہل اسلام کے ہاں علماء کی کوئی ایسی جماعت نہیں، جو اشاعتِ دین کے کام کے لیے مخصوص ہو۔ اس کی عدم موجودگی سے ملت اسلامیہ کو جو خسارہ یا نقصان پہنچ سکتا ہے، اس کی تلافی اس طرح ہوتی ہے، کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک فرد میں تبلیغ کی ذمہ داری کا احساس موجود ہوتا ہے۔ جب اسلامی تعلیمات کا نقش ایک دفعہ کسی دل پر بیٹھ جاتا ہے، تو وہ غیر مسلموں کے سامنے اپنے عقائد کی تبلیغ و توضیح کرنے کے لیے خوب مستعد ہو جاتا ہے۔

یہ قول اکثر نقل ہوا ہے، کہ ہر ایک مسلمان اپنے مذہب کا مبلغ ہے۔ اس قول میں شاید کسی قدر مبالغہ ہو، لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں، کہ ہر ایک مسلمان اپنے مذہب کا مبلغ ہوسکتا ہے۔ بہت کم متقی مسلمان ایسے نکلیں گے، جو غیر مسلموں کے ساتھ روزانہ میل جول رکھتے ہوں اور اس حکم ربانی سے غافل ہوں:

﴿ اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾ [1]

---

[1] سورة النحل / جزء من الآية ١٢٥.

[اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان کے ساتھ سب سے اچھے طریقے کے ساتھ بحث کیجیے۔]

مبلغین اسلام کا ایک گروہ وہ ہے، جو دین کے معلم تھے اور انہوں نے اپنا تمام وقت اور اپنی تمام قوتیں تبلیغ کے لیے وقف کر رکھی تھیں، لیکن ان کے دوش بدوش اشاعتِ اسلام کی تاریخ میں ہمیں مسلمان معاشرے کے ہر طبقے میں ایسے مردوں اور خواتین کا بھی تذکرہ ملتا ہے، جنھوں نے اپنے مذہب کے پھیلانے میں بڑی جانفشانی سے کوشش کی ہے۔ ان میں بادشاہ سے لے کر کسان تک ہر درجے کے لوگ شامل ہیں۔ خاص کر مسلمان تاجروں نے اپنے ہم پیشہ عیسائی تاجروں کے برعکس اس کام میں بڑی سرگرمی دکھائی ہے۔ انجمن حمایت اسلام کے ماہوار رسالہ بابت اکتوبر ۱۸۸۹ء میں ہندوستانی مبلغوں کی جو فہرست چھپی تھی، اس میں ہمیں سکول کے مدرسوں، سرکاری محکموں کے محرروں اور تاجروں کے نام ملتے ہیں، جن میں سے ایک صاحب اونٹ گاڑیوں کا کام کرتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک اخبار کے ایڈیٹر تھے، ایک جلد ساز تھے اور ایک کسی چھاپہ خانہ کے ملازم تھے۔ یہ لوگ دن بھر کام کرنے کے بعد اپنے فراغت کے اوقات میں شہروں کے گلی کوچوں میں اپنے دین کا وعظ کرتے تھے اور عیسائیوں اور ہندوؤں کے مذہبی عقائد پر جرح وقدح کر کے ان کو مسلمان کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

یہ دلچسپ بات بھی قابل ذکر ہے، کہ اسلام کی تبلیغ میں صرف مسلمان مردوں ہی نے کوشش نہیں کی، بلکہ عورتوں نے بھی اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے، کئی تاتاری شہزادے ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اپنی مسلمان بیویوں کی ترغیب سے اسلام قبول کیا۔ غالبًا یہی صورت بہت سے بت پرست ترکوں کے ساتھ بھی پیش آئی، جو اسلامی ملکوں پر یورشیں کرتے تھے۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: دعوتِ اسلام ص ۳۸۶۔۳۸۸۔

مبحث پنجم

دعوتِ دین کی ذمہ داری کے متعلق اقوالِ علماء

ذیل میں اس سلسلے میں بعض علمائے اُمت کے اقوال توفیق الٰہی سے پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ امام ابن قیم کا قول:

امام ابن قیم کی رائے میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والے ہر شخص پر لازم ہے، کہ وہ اسی چیز کی طرف دعوت دے، جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے دعوت دی تھی۔ [1] انہوں نے آیت شریفہ: ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾ [2] کی تفسیر میں تحریر کیا ہے:

> ''فراء اور [علماء کے ایک] گروہ نے بیان کیا ہے:''(وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ) [اور جس شخص نے میری اتباع کی] کا (اَدْعُوْۤا) [میں دعوت دیتا ہوں] میں موجود ضمیر پر عطف ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور جس نے میری اتباع کی ہے، وہ بھی میری طرح دعوت دیتا ہے، اور یہی کلبی کا قول ہے۔ [3] انہوں نے کہا ہے: آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہر شخص پر لازم ہے، کہ وہ اس چیز کی طرف بلائے، جس کی

---

[1] ملاحظہ ہو: منهج ابن القيم في الدعوة إلى الله تعالىٰ ١/ ٤٧.

[2] سورة يوسف۔عليه السلام۔/ جزء من الآية ١٠٨. [ترجمہ: کہہ دیجیے یہ میری راہ ہے۔ میں اور میری اتباع کرنے والے پوری بصیرت پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔]

[3] ملاحظہ ہو: كتاب التسهيل لعلوم التنزيل للحافظ الغرناطي الكلبي ٢/ ٢٣٦.

طرف آنحضرت ﷺ نے دعوت دی اور وہ قرآن کے ساتھ وعظ و نصیحت کرے۔''❶

۲۔ حافظ ابن کثیر کا قول:

حافظ ابن کثیر نے آیت کریمہ: ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾❷ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''اس آیت کا مقصود یہ ہے، کہ اُمت میں سے ایک گروہ اس کام میں لگا رہے، اگرچہ اس کا کرنا اُمت کے ہر شخص پر بقدر استطاعت واجب ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

''مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ.''❸

[تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے، تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر وہ [ایسا کرنے کی] طاقت نہ رکھے، تو اپنی زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی [بھی] استطاعت نہ رکھے، تو اپنے دل کے ساتھ، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔]❹

۳۔ شیخ ابن بادیس کا قول:

اس سلسلے میں انہوں نے تحریر کیا ہے: ''دعوت الی اللہ کے حضرت محمد ﷺ کی

---

❶ التفسیر القیم ص ۳۱۸۔۳۱۹۔

❷ سورۃ آل عمران / الآیۃ ۱۰۴. [ترجمہ: اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو، جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔]

❸ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون النهي عن المنکر من الإیمان، رقم الحدیث ۷۸، ۱/ ۶۹۔

❹ تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴۱۸۔۴۱۹۔

راہ ہونے کے ذکر سے یہ بات تو معلوم ہو جاتی ہے، کہ ان کے پیروکاروں کی راہ بھی دعوت الی اللہ ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ ان کے پیشوا ہیں، اور ان کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

لیکن پھر بھی تاکید اور یہ بات بیان کرنے کی خاطر، کہ ان کے تابع ہونے کا تقاضا بھی یہی ہے اور اس کے بغیر ان کی اتباع بھی مکمل نہیں ہوتی، اسی حقیقت کو صراحت کے ساتھ بایں الفاظ بیان کیا گیا:

﴿ أَدْعُوٓا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾ [1]

اس لیے اہل اسلام پر لازم ہے، کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیں اور ان کی دعوت دلیل و حجت اور ایمان و یقین پر مبنی ہو۔ علاوہ ازیں ان کی دعوت آنحضرت ﷺ کی دعوت کے مطابق اور ان کے نقش قدم پر ہو۔ [2]

۴۔ شیخ ابن باز کا قول:

اس بارے میں شیخ عبدالعزیز بن باز نے لکھا ہے: رسول کریم ﷺ دین کی بات پہنچانے کے پابند تھے، اسی طرح تمام رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام کی یہ ذمہ داری تھی۔ رسول کریم ﷺ کے پیروکاروں کا بھی یہ فریضہ ہے، کہ وہ لوگوں تک پیغام حق پہنچائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً." [3] [ترجمہ: تم تک میری طرف سے ایک آیت بھی پہنچے، تو اس کو [آگے] پہنچا دو۔]

آنحضرت ﷺ لوگوں کے روبرو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کرتے تھے:

---

[1] ملاحظہ ہو: الدرر الغالیة في آداب الدعوة والداعیة ص ۱۱۔۱۲۔

[2] [ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی طرف پوری بصیرت پر بلاتا ہوں، میں اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔]

[3] حدیث شریف کی تخریج کتاب ہذا کے ص ۲۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔

"فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ." ❶

[موجود شخص غیر موجود شخص تک [میرا یہ پیغام] پہنچا دے۔ جن تک بات پہنچائی جاتی ہے، ان میں کتنے ہی [خود] سننے والوں سے بات کو زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔]

تمام اُمت پر، خواہ وہ حکمران ہوں یا علماء یا تاجر یا کچھ اور، ان سب پر لازم ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو لوگوں تک پہنچائیں اور واضح انداز میں مختلف زبانوں میں لوگوں کے روبرو ان کو بیان کریں۔ ان کی ذمہ داری ہے، کہ وہ اسلام کی خوبیوں، حکمتوں، برکتوں اور حقیقت کو کھول کھول کر واضح کریں، تاکہ دین اسلام کے دشمن، اس سے بے خبر لوگ، اور اس دین میں رغبت رکھنے والے، غرضیکہ ہر قسم کے لوگ ان باتوں سے آگاہ ہو جائیں۔ واللہ ولي التوفيق. ❷

۵۔ ڈاکٹر علی عبدالحلیم محمود کا قول:

انہوں نے تحریر کیا ہے، کہ ہر کلمہ گو مسلمان پر فرض ہے، کہ وہ یقین واعتماد کے ساتھ دعوت اِلی اللہ دے اور یہی اس کی راہ ہے۔ اس کے سوا اس کی کوئی راہ نہیں

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾ ❸

[آپ کہہ دیجیے یہ میری راہ ہے۔ میں اور میری اتباع کرنے والے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔]

---

❶ حدیث شریف کی تخریج کتاب ہذا کے ص ۲۷ میں ملاحظہ فرمائیے۔

❷ ملاحظہ ہو: مجموع فتاوی و مقالات متنوعة للشیخ ابن باز ص ۴۵۳-۴۵۴.

❸ ملاحظہ ہو: فقه الدعوة إلى الله تعالى ۲/ ۹۹۲.

مبحث ششم

تنبیہات

اس مقام پر قارئین کرام کی توجہ درج ذیل تین باتوں کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں:

۱۔ عامۃ الناس کا صرف دعوتِ خاصہ دینا

۲۔ عامۃ الناس کا صرف واضح باتوں کی دعوت دینا

۳۔ داعی کا اپنے حدودِ علم میں رہنا

۱۔ عامۃ الناس کا صرف دعوتِ خاصہ دینا:

دعوت کی دو اقسام ہیں: ایک قسم [دعوتِ عامہ] اور دوسری قسم [دعوتِ خاصہ] یا [دعوتِ فردیہ] ہے۔ دعوتِ عامہ سے مراد ایسی دعوت ہے، کہ اس میں لوگوں کی جماعت یا گروہ کو کسی بات کا قائل کرنے کے لیے دعوت دی جائے، جیسے کہ امام مسجد اپنی مسجد میں، خطیب اپنے خطبہ میں اور مصنف اپنی کتاب کے ذریعہ عام لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ [1]

دعوتِ خاصہ یا دعوتِ فردیہ سے مراد ایسی دعوت ہوتی ہے، کہ اس میں ایک شخص یا چند ایک اشخاص کو کسی بات کا قائل کرنے کی خاطر دعوت دی جاتی ہے۔ [2]

گزشتہ صفحات میں جو بات بیان کی گئی ہے، کہ دین کی دعوت دینا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، تو اس کا معنی یہ نہیں کہ ہر کس و ناکس مسجد میں تقریر کے لیے کھڑا ہو جائے، یا وہ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا شروع کر دے، یا وہ دینی مسائل کے متعلق کتابیں

---

[1] ملاحظہ ہو: كيف ندعو الناس؟ للشيخ عبدالبديع صقر ص ٢٧.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ١٦؛ نیز ملاحظہ ہو: فقه الدعوة الفردية للدكتور علي عبدالحليم محمود ص ١٩.

لکھنا شروع کر دے یا وہ وسائل اعلام (Media) کے ذریعہ شرعی اُمور کے بارے میں لیکچرز دینے شروع کر دے۔

یہ سب شکلیں دعوت عامہ کی ہیں اور ان کے ذریعہ دعوت دین دینا اہل علم وفضل کا کام ہے۔ یہ عامۃ الناس کی دعوت کے میدان نہیں۔ ان میں سے ہر ایک میدان کا اپنا اپنا ماحول اور گردوپیش ہے۔ ہر شخص اپنے گھر میں، اپنے اہل وعیال کو دعوت دے۔ مسلمان عورت اپنے شوہر، بچوں، بہن بھائیوں اور والدین کو، اپنے گھر میں آنے والی خواتین کو یا جن کے ہاں وہ خود جاتی ہے، اور اس طرح اپنے پڑوس میں رہنے والی خواتین کو دعوت دے۔ مسلمان مرد اپنے کاروباری ادارے، دفتر، فیکٹری، کھیت وغیرہ میں اپنے ساتھیوں کو دعوت دین دے۔ شیخ محمد عبدہ تحریر کرتے ہیں: ''دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات ہیں، ان میں سے پہلا درجہ یہ ہے کہ اُمت اسلامیہ دیگر تمام اُمتوں کو خیر کی دعوت دے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو خیر کی دعوت دیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اس دوسرے درجہ کی دو شکلیں ہیں: ایک شکل دعوت عامہ کلیہ ہے۔ یہ شکل صرف خواص اُمت کے لیے ہے، جو کہ احکامِ شرعیہ کی حکمتوں سے آگاہ اور فقاہت دین سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

دوسری شکل دعوتِ جزئی خاصہ کی ہے۔ دعوت کی یہ شکل افرادِ اُمت کے درمیان ہوتی ہے۔ اس دعوت کے دینے میں عالم وجاہل سب برابر ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کی خیر کی باتوں میں راہ نمائی کرتے ہیں، ان کے کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، برائی سے منع کرتے ہیں اور اس کے ارتکاب سے ڈراتے ہیں۔ یہ سب کچھ [التواصي بالحق] اور [التواصي بالصبر] میں سے ہے، اور ہر ایک شخص بقدر استطاعت اس فریضہ کو ادا کرتا ہے۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر المنار ٤/ ٢٧-٢٨.

اسی سلسلے میں ڈاکٹر عبدالحلیم محمود تحریر کرتے ہیں: دعوت فردیہ کے حوالے سے ہم یہ بات وثوق سے کہتے ہیں، کہ اس کے ذریعہ دعوت دینا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اور دعوت الی اللہ کے بارے میں بنیادی آیت کریمہ ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾ ❶ اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ ❷

۲۔ عامة الناس کا صرف واضح باتوں کی دعوت دینا:

شرعی احکام کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم میں واجبات ظاہرہ اور محرماتِ مشہورہ آتے ہیں۔ اور واجبات ظاہرہ میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، راست گوئی، وعدہ پورا کرنا، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، امانت کو حق داروں کو واپس دینا وغیرہ شامل ہیں اور محرمات مشہورہ میں سے شرک، ناحق قتل کرنا، زنا، والدین کی نافرمانی، جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، شراب نوشی وغیرہ ہیں،

دوسری قسم میں دقیق شرعی مسائل آتے ہیں، جن میں سے کچھ کے متعلق اہل علم کو اجتہاد کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ ایسے ہی مسائل میں سے نکاح، طلاق، وراثت، سیاست اور معاشیات وغیرہ کے معاملات ہیں،

دورانِ دعوت ایک عام شخص صرف پہلی قسم کے مسائل کے متعلق ہی گفتگو کرے گا۔ دوسری قسم کے بارے میں رائے زنی کا اس کو حق نہیں۔ ان کے متعلق گفتگو کرنے کے مجاز صرف اہل علم وفضل ہی ہیں۔ ❸

اسی بارے میں علامہ ابیؒ نے تحریر کیا ہے: ''جن باتوں کا حکم مشہور ہے، جیسے کہ

---

❶ سورة يوسف۔عليه السلام۔ / الآية ١٠٨. [ترجمہ: کہہ دیجیے یہی میرا راستہ ہے، میں پوری بصیرت پر اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور جنھوں نے میری پیروی کی ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔]

❷ ملاحظہ ہو: فقه الدعوة الفردية ص ٢٢. ❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ٢/ ٢٣.

فرضیتِ نماز اور حرمتِ زنا، ان کے متعلق فریضہ دعوت ادا کرنے میں علماء اور دیگر لوگ شریک ہوتے ہیں، البتہ دقیق اقوال و افعال کے بارے میں صرف علماء ہی فریضہ دعوت ادا کریں گے۔ [1]

۳۔ داعی کا اپنے حدودِ علم میں رہنا:

دعوت دینے والا ہر شخص، خواہ وہ علماء میں سے ہو، یا عامۃ الناس میں سے، اس بات کا پابند ہے، کہ وہ اپنے علم کی حدود میں رہے۔ علم کے بغیر کوئی بات نہ کہے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیقِ الٰہی سے چند ایک دلائل پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: قول و عمل سے پہلے علم کا ہونا:

کچھ کہنے اور کرنے کے لیے ایک بنیادی شرط یہ ہے، کہ اس بارے میں علم ہو۔

امام بخاری نے تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَی: ﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ. ﴾ [2] فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ.] [3]

[اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی بنا پر قول و عمل سے پہلے علم ہونے کے متعلق باب

[ترجمہ: سو آپ جان لیجیے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کے لیے معافی طلب کیجیے] تو انہوں [یعنی اللہ تعالیٰ] نے علم سے ابتدا فرمائی [یعنی قول و عمل سے پہلے علم کا ذکر فرمایا۔]

امام بخاری کے کلام کی شرح میں علامہ ابن منیّر تحریر کرتے ہیں: ''ان کا مقصود یہ ہے، کہ قول و عمل کی صحت کے لیے علم شرط ہے۔ اس کے بغیر وہ [دونوں]

---

[1] ملاحظہ ہو: إکمال إکمال المعلم ۱/ ۲۵۱۔۲۵۳ ؛ نیز ملاحظہ ہو: مکمل إکمال الإکمال ۱/ ۲۵۱.

[2] سورۃ محمد ﷺ / جزء من الآیۃ ۱۹.

[3] صحیح البخاري، کتاب العلم ۱/ ۱۵۹.

غیر معتبر ہیں۔ ❶

علامہ عینی لکھتے ہیں: ''ان کی مراد یہ ہے، کہ پہلے کسی چیز کو سمجھا جاتا ہے، پھر اس کے متعلق گفتگو کی جاتی ہے اور اس کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر علم ان دونوں سے پہلے ہوتا ہے۔'' ❷

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

[اَلْعِلْمُ إِمَامُ الْعَمَلِ ، وَالْعَمَلُ تَابِعُهُ .] ❸

[علم عمل کا امام ہے اور عمل اس کے پیچھے ہوتا ہے۔]

ب: نامعلوم بات کے متعلق خاموش رہنے کا حکم ربانی:

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے، کہ بندہ اس بارے میں سکوت اختیار کرے، جس کا اسے علم نہ ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾ ❹

[ترجمہ: اور جس چیز کا آپ کو علم نہ ہو، اس کا پیچھا نہ کیجیے۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔]

امام شوکانی نے تحریر کیا ہے: ''آیت کا معنی یہ ہے، کہ آدمی کوئی ایسی بات نہ کہے اور نہ کرے، جس کا اس کو علم نہ ہو۔'' ❺

---

❶ منقول از: فتح الباري ۱/ ۱٦٠.

❷ عمدة القاري ۲/ ۳۹.

❸ الحسبة في الإسلام ص ۱۳۳

❹ سورة الإسراء/ الآية ۳٦.

❺ فتح القدير ۳/ ۳۲٥.

ج: نا معلوم سوال کے جواب میں اسوہ نبویہ ﷺ:

بلا شک وشبہ ہمارے نبی کریم ﷺ پوری انسانیت میں سے سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، لیکن اس کے باوجود، جب ان سے کسی ایسی بات کے متعلق دریافت کیا جاتا، جس کا انہیں علم نہ ہوتا، تو آپ ﷺ یا تو خاموش رہتے یا فرما دیتے، کہ [مجھے علم نہیں]. سیرت طیبہ میں اس بات کے متعدد شواہد موجود ہیں، ان میں سے دو ذیل میں توفیقِ الٰہی سے پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں بیمار ہوا، تو رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں پیدل چل کر میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں بے ہوش تھا، رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر گرایا، تو میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے مال کے بارے میں کیا کروں؟''

انہوں نے بیان کیا: ''آنحضرت ﷺ نے مجھے کچھ بھی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آیتِ میراث نازل ہوئی۔'' [1]

امام بخاری نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب ذکر کیا ہے:

[بَاب مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْأَلُ مِمَّا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَيَقُولُ: لا أَدْرِي أَوْ لَمْ يُجِبْ عَلَيْهِ حَتَّى يَنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ وَلَمْ يَقُلْ

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، رقم الحديث ۷۳۰۹، ۲۹۰/۱۳؛ وصحيح مسلم، كتاب الفرائض، باب ميراث الكلالة، رقم الحديث ۷ (۱۶۱۶)، ۱۲۳۵/۳.

بِرَأْيٍ وَلَا بِقِيَاسٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ﴾ [1]] [2]

[اس بارے میں باب، کہ نبی ﷺ نے کوئی بات رائے اور قیاس سے نہیں بتلائی، بلکہ جب آپ ﷺ سے کوئی ایسی بات پوچھی جاتی، جس کے متعلق وحی نازل نہ ہوئی ہوتی، تو آپ فرماتے "میں نہیں جانتا" یا نزولِ وحی تک جواب نہ دیتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: [تاکہ آپ لوگوں کے درمیان] اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی بات [کے مطابق] فیصلہ کریں۔]

حافظ ابن حجر عنوان بالا کی شرح میں لکھتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ سے ایسی چیز کے متعلق دریافت کیا جاتا، جس کے بارے میں پہلے سے وحی نازل نہ ہوئی ہوتی، تو آپ ﷺ کا اس کے متعلق طرزِ عمل دو طرح کا ہوتا: یا تو آپ فرماتے: "مجھے معلوم نہیں۔" یا اس کے متعلق وحی نازل ہونے تک خاموشی اختیار فرماتے، اور نازل ہونے والی وحی قرآن کریم کا حصہ ہوتی یا اس کے علاوہ دیگر وحی۔" [3]

۲: حضرات ائمہ احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی اور حاکم نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟"

"یا رسول اللہ ﷺ! تمام شہروں میں سے بُرا شہر کون سا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا أَدْرِيْ." [میں نہیں جانتا]

---

[1] سورة النساء/ جزء من الآية ١٠٥.

[2] صحيح البخاري ١٣/ ٢٩٠. [3] فتح الباري ١٣/ ٢٩٠.

جب جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نے پوچھا:

"یَا جِبْرِیْلُ! أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟"

"اے جبریل! بدترین شہر کون سا ہے؟"

انہوں نے کہا:

"لَا أَدْرِيْ حَتّٰی أَسْأَلَ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ."

"مجھے علم نہیں، یہاں تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے دریافت کرلوں۔"

راوی نے بیان کیا: "جبریل علیہ السلام چلے گئے اور جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا، وہ نہ آئے، پھر تشریف لائے اور کہا:

"یَا مُحَمَّدُ - ﷺ - إِنَّكَ سَأَلْتَنِيْ أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ، فَقُلْتُ: "لَا أَدْرِيْ"، وَإِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ: "أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ فَقَالَ: "أَسْوَاقُهَا."

"اے محمد ﷺ! آپ نے بدترین شہر کے متعلق مجھ سے استفسار کیا، تو میں نے کہا: "میں نہیں جانتا۔" اور میں نے اپنے رب عزوجل سے پوچھا: "بدترین شہر کون سا ہے؟" تو انہوں نے فرمایا: "ان [شہروں] کے بازار ہیں۔" [1]

---

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب البيوع، باب ما جاء في الأسواق، ٤/٧٦. حافظ ہیثمی اس حدیث کے متعلق تحریر کرتے ہیں: "احمد، ابویعلیٰ اور طبرانی نے [المعجم] الکبیر میں اسی طرح اس کو روایت کیا ہے۔" (المرجع السابق ٤/٧٦). ؛ پھر انہوں نے البزار کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "احمد، ابویعلیٰ اور البزار کے [راویان صحیح کے روایت کرنے والے] ہیں۔ سوائے عبداللہ بن محمد بن عقیل کے، اور وہ [حسن الحدیث] ہیں، اور ان کے بارے میں کلام کی گئی ہے۔" (المرجع السابق ٤/٧٦). نیز ملاحظہ ہو: المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم، ١/٨٩-٩٠؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، باب المساجد، ذكر البيان بأنّ خير البقاع في الدنيا المساجد، رقم الحديث ١٥٨٩، ٤/٤٧٦؛ وفتح الباري ١٣/٢٩٠.

نوٹ: اس سلسلے میں مزید مثالوں کے لیے راقم السطور کی کتاب [نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم] ص ۲۸۱-۲۸۸ دیکھیے۔

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے سوال کا جواب معلوم نہ ہونے کی صورت میں بلاتردد فرمایا: ''مجھے علم نہیں۔''

علاوہ ازیں حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب [جامع بیان العلم وفضلہ] میں ایک باب کا درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ مَا يَلْزَمُ الْعَالِمَ إِذَا سُئِلَ عَمَّا لا يَدْرِيْهِ مِنْ وُجُوْهِ الْعِلْمِ]

[جب عالم سے ایسی علمی باتوں کے متعلق دریافت کیا جائے، جن کا اس کو علم نہ ہو، تو ایسی حالت میں اس پر لازم ہونے والی بات کے متعلق باب]

پھر انہوں نے اس باب میں ان احادیث وآثار کو نقل کیا ہے، جو کہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں، کہ عدمِ علم کی صورت میں عالم پر لازم ہے، کہ وہ خاموشی اختیار کرے۔''[1]

۴۔ بلاعلم دعوت میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر افترا کا اندیشہ:

دعوتِ دین درحقیقت اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کا دوسرا نام ہے۔ اگر دعوت دینے والے کو اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات کا ہی علم نہ ہو، تو پھر وہ دوسرے لوگوں تک کیا پیغام پہنچائے گا؟ بلکہ ایسی صورت میں تو اس بات کا شدید خدشہ ہوگا، کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی طرف ایسی باتیں منسوب نہ کردے، جن کا قرآن وسنت میں سرے سے وجود ہی نہ ہو۔ اور اس طرزِ عمل کی شدید قباحت اور سنگینی متعدد آیات اور احادیث میں بیان کی گئی ہے۔[2]

---

[1] ملاحظہ ہو: ص ۳۰۵۔۳۱۳. نیز ملاحظہ ہو: صحیح جامع بیان العلم و فضلہ ص ۳۲۶۔ ۳۳۲.

[2] اس بارے میں قدرے تفصیلی معلومات کے لیے راقم السطور کی کتاب [جھوٹ کی سنگینی اور اس کی اقسام] کے صفحات ۸۴۔۱۲۳ ملاحظہ فرمائیے۔

ان میں سے صرف دو ذیل میں توفیق الٰہی سے پیش کی جا رہی ہیں:

ا۔ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ أَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَّأَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. ﴾ [1]

[ترجمہ: کہہ دیجیے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے شریک بناؤ، جس کی انہوں نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ کہو، جو تم نہیں جانتے۔]

حافظ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں: ارشادِ ربانی: ﴿ وَّأَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ دین کی کوئی بات بھی بغیر یقین کے کہنے کی حرمت کے بارے میں ہے۔ [2]

شیخ قاسمی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: تم پر یہ بات حرام کی گئی ہے، کہ تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر اپنی طرف سے بات کہو اور حلت وحرمت میں افترا باندھو یا ارتکاب شرک کے لیے اپنی طرف سے باتیں بناؤ۔ [3]

شیخ سعدی نے تحریر کیا ہے: کہ تم اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، افعال اور شریعت میں اپنی طرف سے بات کہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو حرام کیا ہے اور بندوں کو ایسا کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ ان میں مفاسد عامہ اور خاصہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے بارے میں گستاخی ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتی اور اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت میں تبدیلی لانا ہے۔ [4]

---

[1] سورة الأعراف / الآية ٣٣.

[2] ملاحظہ ہو: زاد المسير ٣/ ١٩٢.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير القاسمي ٧/ ٧٠.

[4] تفسير السعدي ص ٢٩٢.

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ كِذْبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكِذْبٍ عَلَىٰ أَحَدٍ. فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ." [1]

[بلاشبہ مجھ پر جھوٹ کسی اور پر باندھے ہوئے جھوٹ کی مانند نہیں، جس شخص نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ [دوزخ کی] آگ سے اپنا ٹھکانا بنالے۔]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی: [بلاشبہ مجھ پر جھوٹ کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی مانند نہیں] کی شرح میں علامہ قرطبی تحریر کرتے ہیں، کہ اس کی سزا شدید ترین ہے، کیونکہ ایسے شخص کے جھوٹ بولنے میں دیدہ دلیری سب سے زیادہ ہے، اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابی بدترین ہے، کیونکہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر افتراء اور اپنی طرف سے شریعت سازی یا اس میں تحریف کرتا ہے۔ [2]

امام نووی نے لکھا ہے، کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا سنگین گناہ، بہت بڑی بے حیائی اور برباد کرنے والا کبیرہ گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف ایک حدیث میں عمداً جھوٹ بولنے والا شخص فاسق قرار پاتا ہے، اس کی تمام روایات کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور وہ ناقابل اعتبار قرار پاتی ہیں۔ [3]

علاوہ ازیں حافظ ذہبی نے اپنی کتاب "الکبائر" میں ایک عنوان [چودھواں کبیرہ گناہ: اللہ عزوجل اور ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا] قائم کیا ہے۔ اس

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت، جزء من رقم الحديث ۱۲۹۱، ۳/ ۱۶۰؛ وصحيح مسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، رقم ٤(٤)، ۱/ ۱۰. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو: المفهم ۱/ ۱۱٤.

[3] ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/ ٦۹؛ نیز ملاحظہ ہو: مكمل إكمال الإكمال ۱/ ٤۲.

عنوان کے ضمن میں انہوں نے لکھا ہے، کہ علماء کے ایک گروہ کی رائے میں اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا کفر ہے اور ایسا کرنے والا ملت [اسلامیہ] سے خارج ہو جاتا ہے۔

حافظ ذہبی نے مزید لکھا ہے: حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا بلاشبہ خالص کفر ہے۔ اس مقصد کے علاوہ دیگر اغراض کی خاطر جھوٹ باندھنے کے متعلق [ملت اسلامیہ سے خارج اور نہ خارج ہونے کے متعلق] گفتگو کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ [1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعوت دین دینے والا اپنے دائرہ علم میں رہے۔ کسی ایسے مسئلے کے متعلق اپنی زبان کو حرکت نہ دے، جس کا اس کو پہلے سے علم نہ ہو۔ وہ مفتی اعظم اور شیخ الاسلام بن کر خود گم راہ ہو نہ دوسروں کو گم راہ کرے۔ ایسا طرز عمل اختیار کرنے والا گناہوں کے انبار ہی سمیٹے گا اور خود اپنے آپ کو اور دیگر لوگوں کو تباہی و بربادی کا نشانہ بنائے گا۔

[1] کتاب الکبائر، ص ۷٦۔

حرفِ آخر

اپنے رب علیم وحکیم کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے اپنے ایک ناتواں بندے کو اس عظیم موضوع کے بارے میں کوشش کرنے کی توفیق سے نوازا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ كَمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ. اب ان ہی سے اس حقیر کوشش کو قبول فرمانے اور اس کو مفید عام وخاص بنانے کی عاجزانہ التجا ہے۔ إنه سميع مجيب.

خلاصۂ کتاب:

۱: قرآن وسنت کی متعدد نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ دین کی دعوت دینا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

۲: نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث شریفہ میں اُمت کے تمام افراد کو دعوتِ دین دینے کی ترغیب دی ہے۔

۳: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے متعدد حضرات کے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں، کہ انہوں نے قبولِ اسلام کے فوراً بعد دعوتِ دین کا آغاز کر دیا۔

۴: اسلامی دعوت کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے، کہ صدیوں سے اہل علم وفضل کے ساتھ عام مسلمان بھی دعوتِ دین دیتے رہے ہیں۔ بعض غیر مسلم مفکرین نے بھی اس بات کی شہادت دی ہے۔

۵: علمائے اُمت نے بھی واضح طور پر آگاہ کیا ہے، کہ ہر مسلمان دعوتِ دین میں حصہ لینے کا پابند ہے۔

۶: تنبیہات کے عنوان سے درج ذیل تین باتوں کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی

گئی ہے:

ا: عامۃ الناس دعوتِ دین کا کام دعوتِ خاصہ کی صورت میں سرانجام دیں۔ دعوتِ عامہ کا میدان اہل علم وفضل کے لیے ہے۔

ب: دعوتِ دین کے دوران عامۃ الناس اپنی گفتگو دین کی واضح باتوں تک محدود رکھیں۔ باریک اور دقیق مسائل کے بارے میں لب کشائی اصحاب علم وفہم کی ذمہ داری ہے۔

ج: قرآن وسنت کی متعدد نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ کسی بھی دعوتِ دین دینے والے کو اپنے علم کی حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں۔

اپیل:

اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ادب واحترام سے

ا: اہل علم وفضل حضرات وخواتین سے درخواست کرتا ہوں، کہ وہ مسلمانانِ عالم کے سامنے اس حقیقت کو واضح کریں، کہ دعوتِ دین کی ذمہ داری صرف علماء پر ہی نہیں، بلکہ ہر مسلمان مردوزن اپنے علم واستطاعت کے بقدر اس عظیم کام میں شامل ہونے کا پابند ہے۔

۲: روئے زمین کا ہر مسلمان مرد اور عورت اپنی اپنی دینی معلومات اور بساط کے بقدر دعوتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے کمربستہ ہو جائے۔ شاید کہ اس طرح دین کی مدد کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نصرت، اُمت کے شامل حال ہو جائے اور وہ پستیوں سے نکل کر بلندیوں کی طرف رواں دواں ہو جائے۔ وما ذالك على الله بعزيز. [1]

---

[1] اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔

۳: دعوتِ دین کا فریضہ ادا کرتے وقت کوئی شخص اپنی حیثیت اور علم کی حدود سے تجاوز نہ کرے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

المراجع والمصادر

١ـ "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرناؤط.

٢ـ "أحكام القرآن" للإمام أبي بكر الجصاص، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبعة.

٣ـ "إحياء علوم الدين" للعلّامة أبي حامد الغزالي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٢هـ.

٤ـ "الاستيعاب في معرفة الأصحاب" للحافظ ابن عبدالبر، بتحقيق الأستاذ علي محمد البجاوي، ط: مكتبة نهضة مصر ومطبعتها الفجالة مصر، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥ـ "الإصابة في تمييز الصحابة" للحافظ ابن حجر، ط: دار الكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦ـ "أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن" للعلّامة محمد الأمين الشنقيطي، ط: على نفقة سمو الأمير أحمد بن عبدالعزيز آل سعود، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٣هـ.

٧ـ "إكمال إكمال المعلم" (شرح صحيح مسلم) للعلّامة محمد بن خليفة الوشتاني الأبي، بتصحيح الأستاذ محمد سالم

هاشم ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ.

٨- "أيسر التفاسير لكلام العلي العظيم" للشيخ أبي بكر جابر الجزائري ، بدون اسم الناشر ، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

٩- "البداية والنهاية" للحافظ ابن كثير ، ط: مكتبة المعارف بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٤هـ [أو : ط: دار هجر جيزه ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.]

١٠- "بهجة النفوس وتحلّيها بمعرفة ما لها وما عليه" (شرح مختصر صحيح البخاري) المسمّى بـ جمع النهاية في بدء الخير والنهاية) للإمام ابن أبي جمرة الأندلسي ، ط: دار الجبل بيروت، الطبعة الثالثة ١٩٧٩م.

١١- "تاريخ الإسلام " (السيرة النبوية) و (المغازي) و (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) للحافظ الذهبي ، بتحقيق د. عمر عبدالسلام تدمري ، ط: دار الكتاب العربي بيروت الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

١٢- "تحفةالأحوذي" شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري ، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

١٣- "تعليقات الشيخ الألباني على فقه السيرة للشيخ الغزالي " ط: دار إحياء التراث العربي ، الطبعة السادسة ١٩٨٦م ، (المطبوع بذيل فقه السيرة للشيخ محمد الغزالي).

١٤ـ "تفسير البغوي" المسمّٰى بـ "معالم التنزيل" للإمام أبي محمد البغوي ، بإعداد وتحقيق الأستاذين خالد بن عبدالرحمن العك ومروان سوار ، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ.

١٥ـ "تفسير التحرير والتنوير" للشيخ محمد الطاهر ابن عاشور، ط: الدار التونسية اللنشر تونس ، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

١٦ـ "تفسير السعدي" المسمّٰى بـ "تيسير القرآن الكريم في تفسير كلام المنان" للشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي ، بتحقيق الشيخ عبدالرحمن بن معلاّ للويحق ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبة الأولى ١٤٢١هـ.

١٧ـ " تفسير أبي السعود" المسمّٰى بـ "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القران الكريم" للقاضي أبي السعود، ط:دار إحياء التراث العربي ، بدون الطبعة وسنة الطبعة.

١٨ـ "تفسير الطبري" المسمّى بـ "جامع البيان من تأويل أي القرآن" للإمام أبي جعفر الطبري ، بتحقيق الشيخ محمود محمد شاكر و أحمد محمد شاكر ، ط: دار المعارف بمصر، بدون الطبعة وسنة الطبع . [أو ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ.]

١٩ـ "تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان" (المطبوع هامش تفسير الطبري) للعلامة النيسا بوري ، دار المعرفة بيروت،

الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ.

٢٠۔ "تفسير القاسمي" المسمّى بـ "محاسن التأويل" للعلّامة محمد جمال الدين القاسمي ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي ، ط: دار الفكر بيروت ، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ.

٢١۔ "تفسير القرآن" للإمام عبدالرزاق بن همام الصنعاني ، بتحقيق د. مصطفى مسلم محمد ، ط: مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٢٢۔ "تفسير القرطبي" المسمَّى بـ "الجامع لأَحكام القرآن" للإمام أبي عبدالله القرطبي ، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت بدون الطبعة و سنة الطبعة.

٢٣۔ "التفسير القيم" للإمام ابن القيم ، جمعه الشيخ محمد أويس الندوي ، وحققه الشيخ محمد حامد الفقي ، ط: دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٤٠٨هـ.

٢٤۔ "التفسير الكبرى" المسمّى بـ "مفاتيح الغيب" للعلّامة فخر الدين الرازي ، ط: دار الكتب العلمية طهران ، الطبعة الثالثة ، بدون سنة الطبع.

٢٥۔ "تفسير ابن كثير" المسمَّى بـ "تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير ، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرناؤوط ، ط: دار الفيحاء دمشق و دار السلام الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.

٢٦۔ "تفسير الكشاف" المسمّى بـ "الكشاف عن حقائق التنزيل

وعيون الأقايل من وجوه التنزيل " للعلّامة أبي القاسم المخشري ، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٢٧۔ "تفسير المنار" للسيّد محمد رشيد رضا، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ، بدون سنة الطبع.

٢٨۔ "جامع الترمذي" (المطبوع مع شرح تحفة الأحوذي) ، للإمام أبي عيسى الترمذي ، ط: دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٢٩۔ "جوامع السيرة " للإمام ابن حزم، بتحقيق د. إحسان عباس ود. ناصر الدين الأسد، ومراجعة الأستاذ أحمد شاكر ،ط: حديث أكادمي فيصل آباد باكستان، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤٠١هـ.

٣٠۔ "الحسبة في الإسلام" لشيخ الإسلام ابن تيمية ، بتحقيق الشيخ محمد زهري النجار، ط: المؤسسة السعيدية الرياض، بدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٩٨٠م.

٣١۔ " الحسبة: تعريفها ومشروعيتها ووجوبها" ر فضل إلهي ، ط: إدارة ترجمان الإسلام ججرانواله باكستان، الطبعة السابعة ١٤٢٠هـ.

٣٢۔ "الدرر الغالية في آداب الدعوة والداعية" للشيخ عبدالحميد بن باديس، بتعليق الشيخ علي بن حسن الحلبي الأثري ، ط: دار المنار الخرج المملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة و

سنة الطبع .

۳۳۔ "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي ، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤م .

۳٤۔ "زاد المعاد في هدي خير العباد" للإمام ابن قيم الجوزية ، بتحقيق وتخريج الشيخين شعيب الأرناؤوط وعبدالقادر الأرناؤوط ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ.

۳۵۔ "سنن الدارمى" للإمام أبي محمد الدارمي ، ط: حديث اكادمي فيصل آباد باكستان، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٤هـ.

۳٦۔ "سنن أبي داود ،" (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني ، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

۳۷۔ "سنن ابن ماجه" للإمام ابن ماجه، بتحقيق د. محمد مصطفى الأعظمي، ط: شركة الطباعة العربية السعودية ، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ.

۳۸۔ "السيرة النبوية " للعلّامة ابن خلدون، بتصحيح وتخريج الأستاذ أحمد ط: مكتبة المعارف الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

۳۹۔ "السيرة النبوية الصحيحة" للدكتور أكرم ضياء العمري ، ط: مكتبة العلوم والحكم المدينة الطيبة، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤١٢هـ.

٤٠- "السيرة النبوية في الصحيحين وعند ابن إسحاق" للدكتور سليمان بن حمد العودة ، دار طيبة الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ.

٤١- "السيرة النبوية في ضوء القرآن والسنة" للدكتور محمد بن محمد أبي شهبة، ط: دار القلم دمشق ، الطبعة الثالثة ١٤١٧هـ.

٤٢- "السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية" للدكتور مهدي رزق الله، ط: مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

٤٣- "السيرة النبوية كما جاء في الأحاديث الصحيحة" للأستاذ محمد الصوياني ط: مؤسسة الريان بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

٤٤- "السيرة النبوية وأخبار الخلفاء" للإمام ابن حبان، بتصحيح وتعليق السيد عزيز بك وجماعة من العلماء، ط: مؤسسة الكتب الثقافية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

٤٥- "السيرة النبوية لابن هشام" بتحقيق وضبط وشرح للأساتذه مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبدالحفيظ شلبي، ط: مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر ، الطبعة الثانية ١٣٧٥هـ.

٤٦- "شرح الطيبي على مشكاة المصابيح" للإمام شرف الدين الطيبي ، بتحقيق د. عبدالحميد هنداوي ، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٤٧- "شرح النووي على صحيح مسلم" للإمام النووي ، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠١هـ.

٤٨- "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري ، ط: المكتبة السلفية ، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٤٩- "صحيح جامع بيان العلم وفضله" تأليف الحافظ ابن عبدالبر ، اختصره وهذّبه الشيخ أبو الأشبال الزهيري ، توزيع: جمعية إحياء التراث الإسلامي الكويت، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ.

٥٠- "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.

٥١- "صحيح سنن النسائي" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني ط: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.

٥٢- "صحيح السيرة النبوية" للأستاذإبراهيم العلي ، ط: دار النفائس عمان الأردن ، الطبعة الثانية ١٤١٦هـ.

٥٣- "صحيح السيرة النبوية" (ما صحّ من سيرة الرسول ﷺ للحافظ ابن كثير) بقلم العلّامة الألباني ، ط: المكتبة الإسلامية عمّان الأردن، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

٥٤- "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي ،نشر والتوزيع : رئاسة إدارة

البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٥٥۔ "صحيح موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان" للشيخ الألباني ط: دار الصميعي الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ.

٥٦۔ "الطبقات الكبرىٰ" للإمام ابن سعد، ط: دار بيروت، ودار صادر بيروت، بدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٣٧٧هـ.

٥٧۔ "عمدة القاري" للعلّامة بدر الدين العيني ، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٨۔ "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للعلّامة محمد شمس الحق العظيم آبادي ، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٥٩۔ "فتح الباري" للحافظ ابن حجر، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦٠۔ "فتح القدير الجامع بين فنّي الرواية والدراية من علم التفسير" للإمام محمد بن علي الشوكاني ، بتعليق الأستاذ سعيد محمد اللحام، المكتبة التجارية مكة المكرمة ، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦١۔ "الفصول في سيرة الرسولﷺ" للحافظ ابن كثير ، بتحقيق و تعليق الأستاذين محمد العيد الخطراوي و محيي الدين مستو، ط: دار ابن كثير دمشق ، بيروت و دار الكلم الطيب دمشق ،بيروت ، الطبعة السابعة ١٤١٦هـ.

٦٢- "فقه الدعوة إلى الله تعالىٰ" للدكتور علي عبدالحليم محمد ط: دار الوفاء المنصورة بمصر ، الطبعة الثانية ١٤١١هـ.

٦٣- "فقه الدعوة الفردية " للدكتور علي عبدالحليم محمود، ط: دار الوفاء المنصورة، الطبعة الثانية ١٤١٣هـ.

٦٤- "فيض القدير شرح الجامع الصغير " للعلّامة عبدالرؤف المناوي ، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩١هـ.

٦٥- "في ظلال القرآن " للأستاذ سيّد قطب ، ط: دار الشروق بيروت، الطبعة الرابعة ١٣٩٧هـ.

٦٦- "كتاب التسهيل لعلوم التنزيل" للحافظ أبي القاسم الكلبي الغرناطي ، بتحقيق الأستاذين محمد عبدالمنعم اليونسي وإبراهيم عطوه عوض ، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١١هـ.

٦٧- "كتاب الكبائر" للإمام الذهبي ، ط: دارالكتب العلمية بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٦٨- "كيف ندعو الناس؟" للأستاذ عبدالبديع صقر، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة السادسة ١٣٩٧هـ.

٦٩- "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" للحافظ نور الدين الهيثمي ، ط: دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ .

٧٠- "مجموعة الوثائق السياسية" للدكتور محمد حميد الله ، ط: دار النفائس بيروت، الطبعة السادسة ١٤٠٧هـ.

٧١- "مجموع فتاوى ومقالات متنوعة" لسماحة الشيخ عبدالعزيز

بن عبدالله بن باز، جمع و إشراف د. محمد بن سعد الشويعر، توزيع: رئاسة إدارت البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الثالثة ١٤١٦هـ.

٧٢- "المحرّر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز" للقاضي ابن عطية الأندلسي ، بتحقيق المجلس العلمي بمكناس ، بدون اسم الناشر ، وبدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٤١٣هـ.

٧٣- "مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد و إياك نستعين" للإمام ابن القيم، بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي ، دار الفكر بيروت، الطبعة الأخيرة ١٤٠٨هـ.

٧٤- "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" للعلّامة الملّا علي القاري ، بتحقيق الأستاذ صدقي محمد جميل عطار. ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٧٥- "المستدرك على الصحيحين" للإمام أبي عبدالله الحاكم ، ط: دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٧٦- "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، ط: المكتب الإسلامي ، بدون الطبعة وسنة الطبع. [أو: ط: دار المعارف مصر ، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ] [أو: ط: مؤسسة الرسالة. بيروت الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.]

٧٧- "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثني التميمي ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد ، ط: دار المأمون

للتراث دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ.

٧٨۔ "معاني القرآن" للإمام أبي زكريا الفراء، ط: عالم الكتب بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٣هـ.

٧٩۔ "المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم" للحافظ أبي العباس أحمد القرطبي، بتحقيق الشيخ محي الدين ديب مستو ورفقائه ، ط: دار ابن كثير ودار الكلم الطيب دمشق بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٨٠۔ "مكمل إكمال الإكمال " للإمام محمد بن محمد السنوسي الحسيني ، بتصحيح الأستاذ محمد سالم هاشم ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ.

٨١۔ "منهج ابن القيم في الدعوة إلى الله تعالىٰ" للدكتور أحمد بن عبدالعزيز الخلف، ط: أضواء السلف الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

٨٢۔ "نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر، ط: قرآن محل كراتشي ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٨٣۔ "هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للشيخ شعيب الأرناؤوط ، ط: مؤسسة الرسالة ، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٨٤۔ "هامش سنن الدارمي" للشيخ محمد أبي الليث الخير آبادي ، توزيع على نفقة أمير دولة قطر، بدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٤٠٦هـ.

٨٥۔ "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر ، ط: دار المعارف

مصر ، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ.

٨٦۔ "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرناؤوط ورفقائه، ط: مؤسسة الرسالة ، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٨٧۔ "هامش مسند أبي يعلى الموصلي " للأستاذ حسين سليم أسد، ط: دار المأمون للتراث دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ.

اُردو کتب:

۱۔ ''جھوٹ کی سنگینی اور اس کی اقسام'' تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی ، مکتبہ قدوسیہ لاہور، جنوری ۲۰۰۷م۔

۲۔ ''دعوتِ اسلام'' تالیف : پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ، مترجم: ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۷۲م۔

۳۔ ''فضائل دعوت'' تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی، مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

۴۔ ''نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم'' تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی ، مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

۵۔ ''مصباح اللغات'' تالیف: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، خزینہ علم وادب لاہور۔

مؤلف کی عربی مولفات

۱۔ التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
۲۔ التدابير الواقية من الربا في الإسلام
۳۔ حب النبي ﷺ وعلاماته
۴۔ رسائل حب النبي ﷺ
۵۔ الحسبة: تعريفها ومشروعيتها ووجوبها
۶۔ الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم
۷۔ شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر
۸۔ الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
۹۔ من صفات الداعية: اللين والرفق
۱۰۔ مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (في ضوء النصوص و سير الصالحين)
۱۱۔ مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
۱۲۔ فضل آية الكرسي وتفسيرها
۱۳۔ من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
۱۴۔ أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
۱۵۔ حكم الإنكار في مسائل الخلاف
۱۶۔ قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما (دراسة دعوية)
۱۷۔ الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه
۱۸۔ الاحتساب على الأطفال
۱۹۔ السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالى
۲۰۔ فضل الدعوة إلى الله تعالى
۲۱۔ من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
۲۲۔ إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
۲۳۔ مختصر حب النبي ﷺ و علاماته
۲۴۔ النبي الكريم صلى الله عليه و سلم معلما
۲۵۔ ركائز الدعوة إلى الله تعالى
۲۶۔ شناعة الكذب و أنواعه
۲۷۔ الأذكار النافعة
۲۸۔ التقوى

مصنف کی اردو تالیفات

۱۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم
۲۔ اذکار نافعہ
۳۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
۵۔ والدین کا احتساب
۶۔ بچوں کا احتساب
۷۔ فضائل دعوت
۸۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی
۹۔ ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
۱۰۔ مسائل قربانی
۱۱۔ مسائل عیدین
۱۲۔ رزق کی کنجیاں
۱۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
۱۴۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کے اسباب
۱۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے
۱۶۔ تقویٰ
۱۷۔ جھوٹ کی سنگینی اور اقسام

فضائلِ دعوت

کتاب کا مرکزی موضوع:

دعوت دین کی شان وعظمت کے بارے میں ۲۴ باتوں کا بیان، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

★ امام الانبیاء ﷺ کا مقصد بعثت دعوتِ دین
★ اتباع نبی کریم ﷺ کا امتیازی وصف دعوت دین
★ دعوت دین کی فرضیت
★ بہترین اُمت ہونے کا ایک بنیادی سبب دعوت دین
★ حصول کامیابی کی ایک اساسی شرط دعوت دین
★ نصرت اُمت کی ایک موثر چابی دعوت دین
★ داعی کا عمل کرنے والے کے برابر اجر پانا
★ ثوابِ داعی کا بعد از وفات جاری رہنا ★ دعوت دین کا جہاد ہونا

کتاب کے نمایاں خصائص:

- اساسِ کتاب قرآن وسنت
- نصوص سے استدلال میں حضرات مفسرین اور محدثین سے استفادہ
- غیر ثابت شدہ روایات سے مکمل احتراز

صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا عظیم کارنامہ

لشکر اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

(دروس اور عبرتیں)

اس کتاب میں مذکورہ بالا واقعہ کو اختصار سے تحریر کرنے کے بعد اس سے حاصل ہونے والے سولہ (۱۶) دروس کو بیان کیا گیا ہے، جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

- حالات میں تغیر و تبدل ہوتے رہنا
- مشکلات اہل ایمان کے لیے خدمت دین میں رکاوٹ نہیں
- دعوت دین کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ نہیں
- اتباع نبی کریم ﷺ اور اس میں جلدی کرنے کی فرضیت
- امت کی نصرت و تکریم کا اتباع نبی ﷺ سے مرتبط ہونا
- نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں
- تنازعات کے تصفیہ کے لیے کتاب و سنت کی طرف رجوع
- احتساب سے کوئی مستثنیٰ نہیں
- خدمت دین میں نوجوانوں کا حصہ
- جہاد اسلامی کی حقیقت
- حاصل شدہ دروس کی تائید میں کتاب و سنت کے دلائل
- بیان کردہ دروس کی تشریح میں دیگر صحابہ کرام کے اعمال اور واقعات کا اشارۃً ذکر۔

اہمیت، برکات، اسباب

اس کتاب کے بنیادی موضوعات

اس کتاب میں توفیق الٰہی سے مندرجہ ذیل موضوعات کے بارے میں قرآن وسنت اور علمائے امت کے فرمودات کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے

- تقویٰ کے لغوی اور شرعی معنی کے متعلق 10 علمائے امت کے ارشادات
- قرآن وسنت کی روشنی میں 14 پہلوؤں سے تقویٰ کی اہمیت
- قرآن وسنت میں بیان کردہ تقویٰ کی 19 برکات
- قرآن وسنت اور اقوال صحابہ سے معلوم ہونے والے تقویٰ کے 15 اسباب

جھوٹ کی سنگینی اور اُس کی اقسام

اس کتاب کے بنیادی موضوعات

اس کتاب میں توفیق الٰہی سے مندرجہ ذیل عناوین کے متعلق قرآن وسنت اور علماء امت کے فرمودات کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے

- جھوٹ کی قباحت اور برائی 12 پہلوؤں سے
- جھوٹ چھوڑنے کا عظیم الشان صلہ
- جھوٹ کی 14 اقسام کا تفصیلی بیان
- جھوٹ بولنے کی اجازت کی 4 حالتیں